تین طلاق

پر

دار العلوم دیوبند کے مدلل و مفصل

دو ۲ فتوے

(۱) تین طلاق: قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہ اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں
(۲) الفاظِ طلاق کے تکرار سے تین طلاق واقع ہونے پر بعض شبہات کا جواب

مُفتی زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی
مفتی دار العلوم دیوبند

حسبِ ایماء

نمونۂ سلف حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند

مکتبہ دار العلوم دیوبند

تین طلاق

پر

دار العلوم دیوبند کے مدلل و مفصل

دو فتوے

(۱) تین طلاق: قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماعِ امت کی روشنی میں
(۲) الفاظِ طلاق کے تکرار سے تین طلاق واقع ہونے پر بعض شبہات کا جواب

مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دار العلوم دیوبند

حسب ایماء

نمونۂ سلف حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ دار العلوم دیوبند

تفصیلات

نام کتاب	:	تین طلاق پر دارالعلوم دیوبند کے مدلل ومفصل دوفتوے
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی الہ آبادی مفتی دارالعلوم/ دیوبند
ترتیب	:	مفتی محمد اسداللہ آسامی، مفتی محمد مصعب علی گڑھی
تعداد	:	۱۱۰۰
سن طباعت	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۷ء
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

تقریظ

نمونۂ سلف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

پیش نظر رسالہ تین طلاق سے متعلق دو تحریروں کا مجموعہ ہے ۱ تین طلاق سے متعلق ایک استفتاء کا مفصل جواب ہے۔

اور ۲ کل ہند اسلامک علمی اکیڈمی کانپور کی طرف سے آمدہ سوالات کا تفصیلی جواب ہے، بندہ نے پوری تحریر کو بالاستیعاب دیکھ لیا ہے۔ ان دونوں فتووں میں بیک وقت دی جانے والی تین طلاقوں کے بارے میں جمہور امت کے مسلک کو دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے اور ان استدلالات کا جواب بھی دیا گیا ہے جو تین طلاق کو ایک شمار کرنے والوں کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں، امید ہے کہ متلاشی حق کے لیے یہ تحریریں کافی ہوں گی۔

آج کل چوں کہ میڈیا اور عدالت میں بھی اس مسئلہ کو موضوع بحث بنادیا گیا ہے اس لیے مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بھی رسالہ مفید ثابت ہوگا۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۰/۳/۱۴۳۹ھ = ۳۰/۱۱/۲۰۱۷ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العلمين ، والصلاة والسلام علي سيد الانبياء والمرسلين وعلى أله أصحابه أجمعين

امابعد:

تین طلاق کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ اجماعی مسئلہ ہے، متقدمین ومتاخرین کی مفصل ومدلل تحریریں اس مسئلے پر موجود ہیں؛ لیکن ادھر کئی مہینوں سے یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند میں بھی اس سلسلے میں کثرت سے سوالات موصول ہورہے ہیں، بعض سوالوں میں سائل کی طرف سے دلائل کا بھی مطالبہ کیا جارہا ہے، بعض سوالوں میں متفقہ حکم کی کسی دلیل پر شبہات بھی موصول ہوتے ہیں، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اِس مسئلے پر ایک مفصل فتویٰ تیار کیا جائے، جس میں خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم سے، اسی طرح احادیث نبویہ اور آثارِ صحابہ سے دلائل کا ذکر کردیا جائے، نیز تین طلاق سے ایک طلاق واقع ہونے کے قائلین کے دلائل کا اطمینان بخش جواب بھی دیا جائے، تاکہ بوقت ضرورت مستفتی کو دارالعلوم کے مفصل فتوی کی طرف راہنمائی کردی جائے۔

دوسرا فتویٰ کل ہند اسلامک علمی اکیڈمی، کانپور کی طرف سے موصول ہونے والے تفصیلی استفتاء کا جواب ہے، اِس استفتاء میں تین طلاق سے متعلق جزوی مسائل میں شبہات، مثلاً تکرار الفاظ کے وقت تاکید مراد ہونا اصل ہے تاسیس نہیں؟ اگر بیوی کی طرف نسبت نہ ہوتو طلاق واقع نہیں ہونا چاہیے وغیرہ پیش

کر کے اطمینان بخش جواب کا مطالبہ کیا گیا تھا، جس کا الحمد للہ دار الافتاء کی طرف سے حتی الامکان قابل اطمینان جواب دینے کی کوشش کی گئی۔

یہ دونوں فتوے حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیو بند کو دکھلائے گئے، تو حضرت والا دامت برکاتہم نے اس کی طباعت کو مناسب خیال فرماتے ہوئے اس کے کمپوز کرانے اور مناسب تحشیہ کا کام کر کے مکمل کرنے کی ہدایت فرمائی، چناں چہ اس کام میں جناب مفتی محمد اسد اللہ صاحب آسامی اور جناب مفتی محمد مصعب صاحب علی گڑھی (معین مفتیان دار العلوم دیو بند) نے مکمل تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے اور علم وعمل میں برکت سے نوازے، آمین

آخر میں بندہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا ممنون ہے کہ حضرت والا نے اپنا قیمتی وقت نکال کر دونوں فتووں پر بالاستیعاب نظر ثانی فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو قبول فرمائے اور تین طلاق سے متعلق شرعی حکم پر بصیرت میں اضافہ اور شکوک وشبہات کے زائل ہونے کا ذریعہ بنائے۔آمین

زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دار العلوم دیو بند
۸/۳/۱۴۳۹ھ

فتویٰ نمبر ۱

تین طلاق

قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماعِ امت کی روشنی میں

۱۹۲/د ۱۴۳۹ھ

سوالنامہ

باسمہ تعالی

محترم المقام حضرات مفتیان کرام دارالافتاء، دارالعلوم/ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مجلس میں تین طلاق سے متعلق ایک سوال آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے، امید ہے کہ اس سوال کا تشفی بخش مدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

(۱) ایک شخص نے ایک مجلس میں اپنی بیوی سے کہا: تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو ایسی صورت میں کتنی طلاق واقع ہوگی؟ تین یا ایک؟ اگر تین طلاق واقع ہوگی، تو قرآن وحدیث سے اس کے دلائل وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔

واضح رہے کہ ایک فرقہ کہتا ہے کہ اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی، وہ فرقہ اپنے موقف پر حضرت رکانہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیث سے استدلال کرتا ہے، اُن کی دلیل کا جواب بھی مدلل ومفصل بیان فرمائیں۔

المستفتی

محمد عبداللہ قاسمی حیدرآبادی

۲۰/تتمہ/د

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب و باللہ التوفیق

حامداً ومصلیاً ومسلماً اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں اپنی مدخولہ بیوی سے کہا: طلاق، طلاق، طلاق، تو ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوجائیں گی اور بیوی مغلظہ بائنہ ہوکر شوہر پر حرام ہوجائے گی اور حلالہ شرعی کے بغیر اس کا پہلے شوہر سے نکاح جائز نہیں ہوگا، یہ حکم قرآن کریم سے اور احادیث کی صریح نصوص سے ثابت ہے۔

امام ابوجعفر طحاویؒ، علامہ نوویؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ بدر الدین عینیؒ، علامہ ابن رشد مالکیؒ، علامہ ابن الہمامؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، علامہ آلوسیؒ، قاضی محمد بن علی شوکانیؒ، اِن کے علاوہ بہت سے محقق علماء نے حضرات صحابہ کرام، تابعینِ عظام، ائمہ اربعہ[1] اور جمہور علماء، مجتہدین و محدثین کا یہی

---

(۱) ("الموطأ" للإمام محمد: ص /۱۹۶، رقم: ۵۸۱، ط: المكتبة العلمية)("شرح معانی الآثار" ۳/۵۹، رقم:۴۴۹۰، ط: دارالكتب العلمية)("بدائع الصنائع": ۳/۹۶، كتاب الطلاق، فصل فی حكم طلاق البدعة، ط: دار الكتب العلمية-بيروت) (ردالمحتار:۳/۲۹۳،ط: دارالفكر- بيروت) ("الهداية":۱/۲۲۱، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، داراحياء التراث العربی- بيروت، كذا فی "مجمع الأنهر" :۱/۳۸۲، كتاب الطلاق، ط: دارإحياء التراث العربی، والاختيار لتعليل المختار: ۳/۲۵۷-۲۵۸، كتاب الطلاق،ط: دارالكتب العلمية، و"المحيط البرهانی: ۳/۲۰۰-۲۰۱، كتاب الطلاق، ط: دارالكتب العلمية بيروت) (فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، كتاب الطلاق، ط: دار الفكر)(عمدة القاری:۲۰ / ۲۳۳، كتاب فضائل القرآن، باب من جوز طلاق الثلاث، ط: دارإحياء التراث العربي، بيروت)(أحكام القرآن، للجصاص: ۱/۴۶۹، ط: دارالكتب العلمية ،بيروت) ("المقدمات" :۱/۵۰۱،ط: دارالغرب الإسلامی) ("المدونة" للإمام مالک:۲/۴، طلاق الحامل، ط: دارالكتب العلمية)("المنتقى شرح الموطأ" :۴/۳، كتاب الطلاق، باب مايجوز إيقاعه من الطلاق ، ط: دارالكتاب الإسلامی، القاهرة) ("الجامع لأحكام القرآن" للقرطبی: ۳/۱۲۹،ط: دارالكتب المصرية- القاهرة) (الأم:۵/۲۸۱،ط: دارالمعرفة/بيروت) ("المغنی"۷/۳۷۰، فصل طلق ثلاثاً بكلمة واحدة، ط: مكتبة القاهرة)("الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف": ۸/ ۴۵۳، باب سنة الطلاق وبدعته، ط: دارإحياء التراث العربی)("سيرالحاثّ إلى علم الطلاق الثلاث" ص/۱۲،ط: دارالبشائر الإسلامية)

مسلک ذکر کیا ہے۔[1]

ان میں سے کسی کے نزدیک بھی ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک واقع نہیں ہوتی؛ بلکہ تین ہی ہوتی ہے، یہی مسلک صحیح ہے اور قرآن کریم سے اور احادیث کے صریح نصوص سے ثابت ہے، جو لوگ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں، اُن کی بات نہایت کمزور اور قرآن کریم اور احادیث کے صریح نصوص کے خلاف ہے، اس کے مطابق عمل کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے؛لہذا صورت مسئولہ میں اگر ''شخص مذکور'' نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ طلاق دے دی ہے، تو اُس پر تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں اور وہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی، اب دونوں کے مابین حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔

ذیل میں جمہور کے مسلک کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ** (البقرہ) اِس آیت سے پہلے ''الطلاق مرتان الخ'' کا ذکر ہے، پوری آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ اگر دو طلاق دینے کے بعد تیسری طلاق بھی دیدی، تو اب وہ عورت طلاق دینے والے مرد کے نکاح میں اُس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ وہ شرعی ضابطے کے مطابق دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اور پھر وہ دوسرا شخص نکاح وہم بستری کے بعد اس کو طلاق نہ دیدے، تو عدت

---

(۱) (شرح معانی الآثار: ۳/ ۵۵، کتاب الطلاق، باب الرجل يطلق امرأته ثلاثاً معاً، رقم: ۴۴۷۵، شرح النووي على مسلم: ۱۰ / ۷۰، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، عمدة القارى: ۲۰ / ۲۳۳، كتاب فضائل القرآن، باب من جوز طلاق الثلاث، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، فتح الباري: ۹ / ۳۶۲، كتاب فضائل القرآن، باب من جوز طلاق الثلاث، ط: دار المعرفة، بيروت، بداية المجتهد: ۳ / ۸۴، كتاب الطلاق، الباب الأول، ط: دار الحديث، القاهرة، فتح القدير: ۳ / ۴۶۹، كتاب الطلاق، ط: دار الفكر، عمدة الأثاث في حكم الطلقات الثلاث، ص: ۳۳ـ۳۷، مكتبه صفدريه، پاکستان)

کے بعد اُس عورت کے لیے پہلے شوہر سے نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔

مشہور مفسر امام جصاص اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله تعالى: الطلاق مرتان (البقرۃ:۲۲۹) **يدل على وقوع الثلاث معامع كونه منهياً عنها۔**[۱]

اللہ تعالیٰ کا فرمان الطلاق مرتان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا اگرچہ ممنوع ہے؛ لیکن اگر کسی نے دیدی، تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، علامہ قرطبیؒ، علامہ عینیؒ، امام بیہقیؒ، ابن حزم ظاہریؒ، علامہ قسطلانیؒ، علامہ عبد الحی لکھنویؒ اور غیر مقلد عالم مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اِس آیت سے ایک مجلس میں تین طلاق کے تین واقع ہونے پر استدلال کیا ہے[۲]۔

نیز حضرت امام بخاریؒ نے ایک باب قائم کیا ہے: **باب من أجاز الطلاق الثلاث لقوله تعالى: الطلاق مرتان**۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے بھی اس آیت سے تین طلاق کے واقع ہونے پر استدلال کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے لعان کا

---

(۱) "أحكام القرآن" للجصاص: ۱/ ۴۶۷-۴۶۸، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (السنن الكبرى: ۷/ ۵۴۴، باب ماجاء في إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، المحلى بالآثار لابن حزم: ۹/ ۳۹۴، كتاب الطلاق، ط: دار الفكر، بيروت۔ عمدة الاثاث في حكم الطلقات الثلاث، ص: ۵۲، ۵۳، ط: مكتبه صفدريه، پاكستان، بحواله مجموعة الفتاوى: ۴/ ۹۵، اخبار اهل حديث، ۱۵/ نومبر ۱۹۲۹ء، ارشاد السارى للقسطلانى: ۸/ ۱۵۷، ط: مصر) ("أحكام القرآن" للجصاص: ۱/ ۴۶۷-۴۶۸، ط: دار الكتب العلمية بيروت) (الجامع لأحكام القرآن" للقرطبى: ۳/ ۱۲۸-۱۲۹، ط: دار الكتب المصرية القاهرة) ("عمدة القارى شرح صحيح البخارى": ۲۰/ ۲۳۴، ط: دار إحياء التراث العربى - بيروت۔ (شرح النووى على مسلم: ۱۰/ ۷۰-۷۱، باب الطلاق الثلاث، ط: دار إحياء التراث العربى - بيروت) ("المعلم بفوائد مسلم": ۲/ ۱۹۱، كتاب الطلاق، ط: المؤسسة الوطنية للترجمة والتحقيق والدراسات)

واقعہ نقل کیا ہے، اُس واقعے میں ہے:

"كذبت عليها يا رسول الله إن أمسكتها، فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم" (۱)

یعنی: لعان کے بعد حضرت عویمرؓ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر اب بھی میں اس عورت کو اپنے گھر میں رکھوں، تو گویا میں نے اُس پر جھوٹا بہتان باندھا، یہ کہہ کر انھوں نے حضور اقدس ﷺ کے حکم دینے سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں۔

یہ حدیث ابو داؤد میں بھی ہے، جس میں یہ اضافہ ہے: **"عن سهل بن سعد قال: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله ﷺ، فأنفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم إلخ"**(۲)۔

یعنی: "حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور آپ نے اُن کو نافذ کر دیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی واقع ہونگی۔(۳)

عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن ركانة، أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة البتة، فأخبر النبي ﷺ بذلك، وقال: والله ما أردت إلا واحدة، فقال رسول الله ﷺ: «والله ما أردت إلا واحدة؟» ، فقال ركانة: والله ما أردت إلا واحدة، فردها إليه رسول الله ﷺ، فطلقها الثانية في زمان عمر، والثالثة في زمان عثمان(۴)۔

---

(۱)(صحيح البخاري: ۷/ ۴۲، رقم: ۵۲۵۹)

(۲)(سنن أبی داؤد، باب في اللعان، رقم: ۲۲۵۰)

(۳) علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: "إنما طلقها وهو يقدر أنها امرأته ولو لا وقوع الثلاث مجموعة لأنكر ذلك عليه" (الإشفاق على أحكام الطلاق، ص: ۲۹)

(۴)(سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في البتة، رقم: ۲۲۰۶، وقال أبو داؤد: هذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهلُ بيته، وهم أعلم به)

حضرت نافع بن عجیر فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ''سہیمہ'' کو ''بتہ'' (تعلق قطع کرنے والی) طلاق دے دی، اُس کے بعد انھوں نے حضور ﷺ کو خبر دی اور آپ سے کہا: بخدا میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا حقیقت میں بخدا تو نے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے؟ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالی کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے، تو آپ ﷺ نے اُن کی بیوی کو (تجدید نکاح کے بعد[1]) اُن کے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی، پھر حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے دوسری طلاق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اور تیسری طلاق حضرت عثمان رضی اللہ کے عہد خلافت میں دی۔

امام جصاص رحمہ اللہ اور علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعا معتبر ہے، اس لیے کہ اگر ایک مجلس کی تین طلاق تین واقع نہ ہوتی، تو آپ ﷺ حضرت رکانہ کو قسم دے کر ایک طلاق دینے کی تصدیق کیوں فرماتے؟ لفظ ''بتہ'' چونکہ تین کا بھی احتمال رکھتا ہے، یعنی اس لفظ کو بول کر تین طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اُن کو قسم دی، اگر تین کے بعد رجوع کا حق ہوتا اور تین طلاق ایک سمجھی جاتی، تو آپ ﷺ حضرت رکانہ کو قسم نہیں دیتے؛ بلکہ ایسے ہی رجوع کا فیصلہ فرما دیتے۔[2]

واضح رہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں اور مروی ہیں، جن سے بعض لوگ ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہونے پر استدلال کرتے ہیں، پہلے دونوں

---

(۱) قال السهارنبورى : قوله :(فردها اليه رسول الله ﷺ) أى بالنكاح عند الحنفية، لأنها من الكنايات البائنة ، (بذل المجهود: ۱۰ / ۳۱۵، باب فى البتة، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) قال الإمام الجصاص ”فلو لم تقع الثلاث إذا أرادها، لما استحلفه ب الله ما أراد إلا واحدة“ (”أحكام القرآن“ للجصاص: ۱ / ۴۶۹، ط: دار الكتب العلمية-بيروت)

وقال ابن قدامة: ”رواه الترمذى، والدارقطنى، وأبو داؤد، وقال: الحديث صحيح فلو لم تقع الثلاث، لم يكن للاستحلاف معنى“ (”الكافى“ لابن قدامة: ۳ / ۱۰۸، ط: دار الكتب العلمية)

روایتیں ملاحظہ فرمائیں: پہلی روایت مسند احمد کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن محمد بن إسحاق، حدثني داود بن الحصين، عن عكرمة، مولى ابن عباس، عن ابن عباس، قال: "طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني المطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد، فحزن عليها حزنا شديدا، قال: فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كيف طلقتها؟» قال: طلقتها ثلاثا، قال: فقال: «في مجلس واحد؟» قال: نعم قال: «فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت»[1].

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں، جس پر وہ بہت ہی نادم اور پشیمان ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم نے کس طرح طلاق دی تھی، انھوں نے کہا کہ میں نے تین طلاق دی تھی، آپ نے فرمایا: ایک مجلس میں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، اس پر آپ نے فرمایا کہ ایک ہی طلاق واقع ہوئی ہے، اگر تم چاہو، تو رجوع کرلو۔

دوسری روایت ابوداؤد میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن عكرمة مولى ابن عباس، عن ابن عباس قال: طلق عبد يزيد أبو ركانة وإخوته أم ركانة، ونكح امرأة من مزينة، فجاءت النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: ما يغني عني إلا كما تغني هذه الشعرة، لشعرة أخذتها من رأسها، ففرق بيني وبينه، فأخذت النبي صلى الله عليه وسلم حمية، فدعا بركانة، وإخوته، ثم قال لجلسائه: «أترون فلانا يشبه منه كذا وكذا؟، من عبد يزيد، وفلانا يشبه منه كذا وكذا؟» قالوا: نعم، قال النبي صلى الله عليه وسلم لعبد يزيد: «طلقها» ففعل، ثم قال: راجع امرأتك أم ركانة

(۱) (أخرجه أحمد فی "مسنده": ۴/ ۲۱۵، برقم: ۲۳۸۷، ط: مؤسسة الرسالة، والبيهقی فی "سننه الكبرى": ۷/ ۵۵۵، برقم: ۱۴۹۸۷، ط: دار الكتب العلمية-بيروت-لبنان)

وإخوته؟» قال: إني طلقتها ثلاثا يا رسول الله، قال: «قد علمت راجعها» وتلا: {ياأيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن} [1]

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت رکانہ[2] نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے رکانہ! تم رجوع کرلو، انھوں نے کہا کہ میں نے تو تین طلاق دی ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں، تم رجوع کرلو۔

ان دونوں روایتوں سے ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، حالانکہ محدثین کی تصریح کے مطابق دونوں روایتوں سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ پہلی حدیث کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں، محمد بن اسحاق اور داؤد بن حصین، ائمہ جرح وتعدیل نے دونوں راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔[3] اور امام بیہقیؒ نے تصریح کی ہے کہ اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔[4]

(۲) قال الإمام البيهقي بعد تخريجها: "وهذا الإسناد لاتقوم به الحجة مع ثمانية رووا عن ابن عباس رضي الله عنهما فتياه بخلاف ذلك ومع رواية أولاد ركانة أن طلاق ركانة كان واحدة [5]

دوسری روایت کو امام ترمذیؒ، علامہ ابن حزمؒ، امام بخاریؒ، امام دارقطنیؒ،

---

(۱) ("السنن" لأبي داؤد": ۲۶۰-۲/۲۵۹، رقم: ۲۱۹۶)

(۲) مذکورہ حدیثوں میں اگرچہ طلاق دینے کو عبد یزید کی طرف منسوب کیا گیا ہے؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صاحب واقعہ حضرت رکانہ تھے، جیسا کہ بذل المجہود میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(۳) (تهذيب الكمال في اسماء الرجال "للمزي ملخصا: ۸ / ۳۸۰، ط: مؤسسة الرسالة - بيروت) (انظر "الجرح والتعديل" لابن أبي حاتم: ۳ / ۴۰۹، ه: طبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية- بحيدر آباد الدكن- الهند) ("سير أعلام النبلاء" ۶ / ۲۶۱، ط: دارالحديث- القاهره) (فتح الباري شرح صحيح البخاري: ۹ / ۳۶۲، ط: دارالمعرفة- بيروت)

(۴) السنن الكبرى، للبيهقي: ۷ / ۵۵، برقم: ۱۴۹۸۷، ط: دارالكتب العلمية- بيروت-لبنان) (عمدة الاثاث: ۱۰۹)

(۵) (السنن الكبرى، للبيهقي: ۵۵/۷، برقم: ۱۴۹۸۷، ط: دارالكتب العلمية-بيروت-لبنان)

ابن معینؒ، علامہ ابن الہمامؒ، علامہ خطابیؒ، امام نوویؒ، امام ابو داؤدؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ، علامہ قرطبیؒ وغیرہ محدثین نے منکر قرار دیا ہے اور امام ابو داؤد، علامہ شوکانیؒ، حافظ ابن عبدالبر وغیرہ محدثین نے حضرت رکانہؓ کی وہ حدیث جس میں بتہ کا لفظ موجود ہے، اس کو ابن جریج کی روایت کے مقابلے میں اصح قرار دیا ہے۔ الغرض اس روایت سے تین طلاقوں کا اثبات اور پھر تین کو ایک قرار دینا اور پھر خاوند کو رجوع کا حق دلوانا صحیح نہیں ہے اور حلال وحرام کے بنیادی مسئلہ میں ایسی ضعیف وکمزور اور محتمل روایتوں پر اعتماد بھی کب جائز ہے؟ اور پھر صحیح اور صریح روایت اور اجماع امت کے مقابلہ میں۔ (۱)

عن ابن عمر رضي الله عنه أن رجلا أتى عمر رضي الله عنه، فقال: إني طلقت امرأتي، يعني: البتة، قال: عصيت ربک، ففارقت امرأتک، فقال الرجل: فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر ابن عمر رضي الله عنهما حين فارق امرأته أن يراجعها، فقال له عمر رضي الله عنه: إن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم أمره أن يراجع امرأته لطلاق بقي له، وإنه لم يبق لک

(۱) (السنن للترمذی: ۳/۴۷۲، رقم:۱۱۷۷، ط: مصطفی البابی الحلبی- مصر۔ (زاد المعاد، لابن القیم: ۵/۲۴۱، ط: مکتبة المنار الإسلامية الكويت) (الاستذکار: ۶/۹، کتاب الطلاق، ط: دارالکتب العلمية- بيروت) ("الجرح والتعديل": ۳/۴۰۹، ط: طبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية- بحيدر آباد الدكن- الهند) (تهذيب الكمال في أسماء الرجال" ملخصًا: ۸/۳۸۰، ط: دارالمعرفة للطباعة والنشر، بيروت- لبنان) ("تهذيب التهذيب" ۹/۳۲۱، ط: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند) ("أبحاث هيئة كبار العلماء: ۱/۳۷۸) ("فتح القدير": ۳/۴۷، كتاب الطلاق، ط: دارالفكر) ("معالم السنن": ۳/۲۳۶، ط: المطبعة العلمية- حلب) ("شرح النووی على مسلم": ۱۰/۷۱، ط: دارإحياء التراث العربى- بيروت) (السنن، لأبى داؤد: ۲/۲۶۳، رقم: ۲۲۰۶، ط: المكتبة العصرية، بيروت) (الجامع لأحكام القرآن: ۳/۱۳۱-۱۳۲، ط: دارالكتب المصرية-القاهرة) (السنن، لأبى داؤد: ۲/۲۶۳-۲۶۴، رقم: ۲۲۰۸) ("الجامع لأحكام القرآن" ۳/۱۳۱-۱۳۲، ط: دارالكتب المصرية- القاهرة) ("فتح البارى شرح صحيح البخارى: ۹/۳۶۳، ط: دارالمعرفة-بيروث) (عمدة الاثاث: ۱۰۶)

ماترتجع به امرأتک۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو بتہ (تعلق قطع کرنے والی اور یہاں مراد تین طلاق ہیں) طلاق دے دی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بالکل الگ ہوگئی، اُس شخص نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اُن کو رجوع کا حق دیا تھا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ نے اُس سے فرمایا کہ بلا شبہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرلیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کی طلاق باقی تھی اور تمہارے لیے تو اپنی بیوی سے رجوع کا حق نہیں؛ اس لیے کہ تمہاری طلاق باقی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی، اس لیے اُن کے لیے رجوع کا حق محفوظ تھا اور مذکورہ شخص نے چونکہ اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس لیے اس کے لیے رجوع کا حق ختم ہوگیا تھا، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ نے اُس سے فرمایا کہ تم رجوع نہیں کرسکتے۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حکم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ماخوذ سمجھتے تھے، جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: لا حتى يذوق

---

(۱) (السنن الکبری للبیهقي، کتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء في إمضاء الطلاق الثلاث وإن کن مجموعات، رقم: ۱۴۹۵۶)

عُسَیلتها کما ذاق الأولُ۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اُس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، دوسرے شخص نے بھی اس کو طلاق دیدی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یہ عورت پہلے شخص کے لیے حلال ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! جب تک پہلے شوہر کی طرح دوسرا شوہر بھی اس کا ذائقہ نہ چکھ لے (یعنی صحبت نہ کرلے)۔

حافظ ابن حجر، علامہ بدرالدین عینی رحمہما اللہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''صحیح بخاری'' میں، نیز امام بیہقیؒ نے ''السنن الکبری'' میں ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، امام بخاریؒ نے اِس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے، ''**باب من أجاز طلاق الثلاث**'' اور امام بیہقیؒ نے یہ باب قائم کیا ہے: ''**باب ما جاء في إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات**''۔

عن عائشة رضي الله عنها أنها سئلت عن الرجل يتزوج المرأة، فيطلقها ثلاثاً، فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحلُّ للأول حتى يذوق الآخر عسيلتها وتذوق عسيلته۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے، اس کے بعد اُس کو تین طلاق دے دیتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت اُس شخص کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرا خاوند اُس کا ذائقہ نہ چکھ لے (صحبت نہ کرلے)، جس طرح کہ پہلا خاوند اُس کا ذائقہ چکھ چکا ہے (صحبت کرچکا ہے)۔

---

(۱) (البخاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، رقم: ۵۲۶۱)

(۲) (صحيح مسلم، باب لا تحل المطلقة ثلاثاً حتى تنكح زوجاً غيره، رقم: ۱۴۳۳، السنن الكبرى للبيهقي، واللفظ له، كتاب الرجعة، باب نكاح المطلقة ثلاثاً، رقم: ۱۵۱۹۳)

اِس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے، خواہ ایک مجلس میں یا مختلف مجلسوں میں، تو تینوں طلاقیں واقع ہوکر بیوی مغلظہ بائنہ ہوجاتی ہے، یہی روایت دارقطنی میں اس طرح آئی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ، ویذوق کل واحد منھما عسیلة صاحبه۔[1]

یعنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے، تو وہ اُس کے لیے حلال نہیں ہوگی، جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کر کے دونوں ایک دوسرے کا ذائقہ نہ چکھ لیں۔

عن محمود بن لبید قال: أخبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعاً، فقام غضباناً۔ ثم قال: أیلعب بکتاب اللہ وأنا بین أظھرکم، حتی قام رجل وقال: یارسول اللہ ألا أقتله؟[2]

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، آپ اس پر غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ تعالی کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے؟ حتی کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ حضرت! کیا اس شخص کو قتل کردوں؟

اس حدیث کو حافظ ابن القیمؒ، علامہ ماردینیؒ، حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے[3]۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین طلاق دینے پر ناراض ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تین ہی طلاق

---

(۱) (سنن الدار قطني، کتاب الطلاق، رقم: ۳۹۷۷)

(۲) (سنن النسائي، کتاب الطلاق، الثلاث المجموعة ومافیه من التغلیظ، رقم: ۳۴۰۱)

(۳) (عمدة الاثاث، ص: ۲۷)

واقع ہوتی ہیں، ورنہ آپ اس قدر ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے اور امام نسائیؒ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے، یعنی: ''الثلاث المجموعۃ و ما فیہ من التغلیظ''، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس حدیث سے یہی ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

دارقطنی اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینے کا تفصیلی واقعہ ذکر کیا ہے، اُس واقعے کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"یا رسول الله! لو طلقتها ثلاثاً، کان لي أن أراجعها؟ قال: إذا بانت منک و کانت معصیة(۱)۔

یعنی: ''حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا، تو کیا میرے لیے رجوع کا حق تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو وہ تم سے بائنہ ہوجاتی اور یہ گناہ بھی ہوتا''

یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے صحیح ہے، بعض لوگ اس حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیتے ہیں(۲)؛ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے

---

(۱)(سنن الدارقطني:۵/۵۶، رقم:۳۹۷۴، ط:مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، و کذا في السنن الکبری للبیهقي:۷/۵۴۰، رقم:۱۳۹۳۹، ط:دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) وہ علامہ ہیثمیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے: **"رواه الطبراني، وفیه علي بن سعید الرازي، قال الدار قطني: لیس بذاک، و عظمه غیره، و بقیة رجاله ثقات"(مجمع الزوائد:۴/۳۳۶، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة و کیف الطلاق، رقم:۷۷۶۷، ط:مکتبة القدسي، القاهرة)**

یعنی: علامہ طبرانی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کے ایک راوی ''علی بن سعید الرازی'' ہیں، جن کے بارے میں دارقطنی فرماتے ہیں: ''لیس بذاک''؛ البتہ دوسرے حضرات نے ان کی تعظیم و توقیر کی ہے اور ان کے علاوہ باقی رجال ثقہ ہیں'' لیکن دارقطنی نے علی بن سعید الرازی کے بارے میں جو ''لیس بذاک'' فرمایا ہے، اس کے بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ ''میزان الاعتدال'' میں فرماتے ہیں: **"حافظ رحّال جوال، قال الدار قطني: لیس بذاک، تفرد بأشیاء۔ قلت: سمع جبارة بن مغلس، و عبد الأعلی بن حماد۔** ←

كان عبد الله إذا سئل عن ذلک قال: لأحدهم: أما أنت إن طلقت امرأتک مرةً أو مرتين، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرني بهذا، وإن كنت طلقتها ثلاثاً، فقد حرمت عليک حتى تنكح زوجا غيرک، و عصيت الله فيما أمرک من طلاق امرأتک۔ (۱)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کوئی شخص طلاق کے بعد رجعت کے بارے میں معلوم کرتا، تو آپ اُس سے فرماتے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں، تو بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں مجھے رجوع کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، تو یقیناوہ تم پر حرام ہوگئی ہے جب تک کہ وہ تمہارے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور اس طرح تم نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر اللہ کی نافرمانی کی ہے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ تین طلاق کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور عورت اپنے شوہر پر حرام ہوجاتی ہے، اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک اور دو طلاق کے بعد رجوع کا حکم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؛

→ **روي عنه الطبراني والحسن بن رشيق والناس۔ قال ابن يونس: كان يفهم ويحفظ" (ميزان الاعتدال: ۳/ ۱۳۱، حرف العين، رقم: ۵۸۵۰، ط: دار المعرفة، بيروت)** یعنی: علی بن سعید الرازی حافظ الحدیث اور بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ امام دارقطنی نے اُن کے بارے میں ''لیس بذاک'' جو کہا ہے، یہ اُن کے تفردات میں سے ایک ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے ''جبارہ بن المغلس'' اور ''عبد الاعلی بن حماد'' سے احادیث لی ہیں اور علامہ طبرانی اور حسن بن رشیق اور بہت سے لوگوں نے اُن سے احادیث روایت کی ہیں۔ ابن یونس اُن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سمجھتے اور اُس کو یاد کرلیا کرتے تھے'' علامہ ذہبی کے مذکورہ قول سے معلوم ہوا کہ ''دارقطنی'' کے علاوہ کسی اور نے ان کے بارے میں کلام نہیں کیا ہے اور خود ''دارقطنی'' نے بھی نرم الفاظ میں کلام کیا ہے اور حافظ ذہبی اُن کے اس کلام پر راضی نہیں ہیں اور اسماعیل بن یونس نے اُن کو ثقہ قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے اُن کو ''حافظ'' کہا ہے، لہذا بعض لوگوں کا اِس راوی کی وجہ سے اس روایت کو رد کرنا صحیح نہیں ہے، ایک مجلس میں تین طلاق کے تین واقع ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرنا بلاشبہہ صحیح ہے۔

(۱) (صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها، رقم: ۱۴۷۱)

لیکن تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، ورنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کا حوالہ ضرور دیتے اور اس کے خلاف فتوی دینے کی جرأت ہرگز نہیں کرتے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک مجلس میں تین طلاق کے تین واقع ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے اور اجماع صحابہ قطعی حجت شرعیہ ہے۔ (۱) امام طحطاویؒ، حافظ ابن حجرؒ، علامہ باجیؒ، حافظ ابن عبد البرؒ، علامہ ابن الہمامؒ، قاضی عیاضؒ اور علامہ زاہد الکوثریؒ نے ایک مجلس میں تین طلاق کے تین واقع ہونے پر صحابہ کرام کے اجماع کی صراحت کی ہے۔ (۲)

صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت

(۱) علامہ نظام الدین الشاشی فرماتے ہیں: **حكم الأول أى حكم اجماع الصحابة بمنزلة آية من كتاب الله۔ (اصول الشاشي، ص: ۲۴۴، ط: اتحاد، ديوبند)۔**

(۲) قال العلامة الطحطاوى الحنفى (المتوفى: ۱۲۳۱ھ) وفى "البحر": من أنكر وقوع الثلاث فقد خالف الإجماع، ولو حكم حاكمٌ بأن الثلاث تقع واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لايسوغ فيه الإجتهاد؛ لأنه خلاف لا اختلاف (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۲/۱۰۵، كتاب الطلاق: ط: مصطفى البابى الحلبى، مصر)

وقال الحافظ ابن حجر: "تحريم المتعة وإيقاعُ الثلاث، للإجماع الذى انعقد فى عهد عمر على ذلك، ولا يُحفظُ أن أحدًا فى عهد عمرَ خالَفَهُ فى واحدةٍ منهما، وقد دلَّ إجماعُهُمْ على وجود ناسخ وإنْ كان خفى عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهر لجميعهم فى عهد عمر، فالمخالفُ بعد هذا الإجماع مُنَابِذٌ له، والجمهورُ على عدمِ اعتبارِ مَنْ أحدثَ الاختلاف بعدَ الاتفاقِ" ("فتح البارى شرح صحيح البخارى": ۹/۳۶۵، ط: دار المعرفة-بيروت) نیز دیکھیے: (المنتقى شرح الموطأ، ملخصًا: ۴/۳، ط: دار الكتاب الإسلامى، القاهرة) (الاستذكار: ۶/۷، كتاب الطلاق، ط: دار الكتب العلمية-بيروت) (فتح القدير: ۳/۴۷۰، كتاب الطلاق، ط: دار الفكر) (الإشفاق فى أحكام الطلاق: ص/۳۳، ط: المكتبة الأزهرية للتراث) (شرح صحيح مسلم للقاضى عياض: ۵/۲۰، كتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث، ط: دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی صراحتا یہ بات ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی شمار ہونگی۔ [(۱)]

(۱) عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ أَوْجَعَهُ ضَرْبًا وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ("مصنف ابن أبی شیبة": ۶۱/۴، رقم: ۱۷۷۹۰، ط: مکتبة الرشید-الریاض)

عن معاویة بن أبی یحیی قال: جاء رجل إلی عثمان فقال: إنی طلقت امرأتی مائة، قال: "ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ، وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُونَ عُدْوَانٌ" (مصنف ابن أبی شیبة: ۶۲/۴، ط: مکتبة الرشید-الریاض)

عن حبیب قال: جاء رجل إلی عَلِيٍّ فَقَالَ: إنی طلقت امرأتی ألفا قال: "بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ، وَاقْسِمْ سَائِرَهَا بَيْنَ نِسَائِكَ" ("مصنف ابن أبی شیبة": ۶۲/۴، رقم: ۱۷۹۰۲، ط: مکتبة الرشید-الریاض)

عن علقمة قال: جاء رجل إلی عبداللہ (أی عبداللہ بن مسعود) فقال: إنی طلقت امرأتی مائة فقال: "بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ، وَسَائِرُهُنَّ مَعْصِيَةٌ" (المصدر السابق: ۶۱/۴، رقم: ۱۷۸۰۰)

عن سعید بن جبیر قال: جاء رجل إلی ابن عباس فقال: إنی طلقت امرأتی ألفا ومائة قال: "بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ، وَسَائِرُهُنَّ وِزْرٌ، اتَّخَذْتَ آيَاتِ اللهِ هُزُوًا" (المصدر السابق: ۶۲/۴، رقم: ۱۷۸۰۴)

عَنْ أشعث، عن نافع قال: قال ابن عمر: "مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَقَدْ عَصَى رَبَّهُ، وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ" (مصنف ابن أبی شیبة: ۶۱/۴، رقم: ۱۷۷۹۲، ط: مکتبة الرشید-الریاض)

عن واقع بن سحبان، قال: سئل عمران بن حصین، عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس، قال: أَثِمَ بِرَبِّهِ، وَحُرِّمَتْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ" (مصنف ابن ابی شیبة: ۶۰/۴، رقم: ۱۷۷۸۸، مکتبة الرشید -الریاض)

عن عطاء بن یسار قال: جاء رجل یستفتی عبداللہ بن عمرو بن العاص عن رجل طلق امرأته ثلاثا قبل أن یمسها فقال عطاء فقلت: إنما طلاق البکر واحدة، فقال لی عبداللہ بن عمرو: "إِنَّمَا أَنْتَ قَاصٌّ الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (السنن الکبری: للبیهقی: ۵۴۹/۷، رقم: ۱۴۹۶۷، ط: دار الکتب العلمیة-بیروت-لبنان)

عن المغیرة بن شعبة، أنه سئل عن رجل طلق امرأته مائة، فقال: "ثَلَاثٌ تُحَرِّمْنَهَا عَلَيْهِ، وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُونَ فَضْلٌ" (المصدر السابق: ۶۲/۴، رقم: ۱۷۸۰۶)

عن محمد بن إیاس، أن ابن عباس، وأباهریرة، وعبداللہ بن عمرو بن العاص، سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثًا؟ فکلهم قالوا: "لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (السنن، لأبی داؤد: ۲۶۰/۲، رقم: ۲۱۹۸، ط: المکتبة العصریة، صیدا-بیروت)

نیز پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک ہر صدی کے بہت سے مشاہیر فقہائے کرام سے بھی ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق سے تین واقع ہونے کو اختیار کرنا صراحتا ثابت ہے، چنانچہ پہلی صدی میں حکم بن عتیبہ (متوفی: ۱۱۳ھ) دوسری صدی میں امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی: ۱۸۹ھ) تیسری صدی میں اصبغ بن فرج مالکی (متوفی: ۲۲۵ھ) علامہ محمد بن نصر المروزی (متوفی: ۲۹۴ھ) چوتھی صدی میں امام جصاص (متوفی: ۳۷۰ھ) پانچویں صدی میں علامہ ابن بطال مالکیؒ (متوفی: ۴۴۹ھ) علامہ ابن عبد البر مالکی (متوفی: ۴۶۳ھ) چھٹی صدی میں علامہ ابن رشد مالکی (متوفی: ۵۲۰ھ) حافظ ابن العربی مالکیؒ (متوفی: ۵۴۳ھ) علامہ ابوالمظفر یحیی شیبانی (متوفی: ۵۶۰ھ) ساتویں صدی میں علامہ قرطبی مالکیؒ (متوفی: ۶۷۱ھ) علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ (متوفی: ۶۲۰ھ) آٹھویں صدی میں علامہ ابن رجب حنبلیؒ (متوفی: ۷۹۵ھ) نویں صدی میں علامہ عینی حنفی (متوفی: ۸۵۵ھ) دسویں صدی میں علامہ ابن نجیم حنفیؒ (متوفی: ۹۷۰ھ) گیارہویں صدی میں علامہ خیر الدین رملی حنفیؒ (متوفی: ۱۰۸۰ھ) ملا علی قاری حنفیؒ (متوفی: ۱۰۱۴ھ) بارہوی صدی میں علامہ مرتضی الزبیدی الحنفیؒ (متوفی: ۱۲۰۵ھ) علامہ دردیر المالکیؒ (متوفی: ۱۲۰۱ھ) تیرہویں صدی میں علامہ طحطاوی الحنفیؒ (متوفی: ۱۲۳۱ھ) قاضی ثناءاللہ پانی پتی الحنفیؒ (متوفی: ۱۲۲۵ھ) علامہ ابوالحسن المالکیؒ (متوفی: ۱۲۵۸ھ) چودھویں صدی میں علامہ زاہد الکوثری الحنفیؒ (متوفی: ۱۳۷۱ھ) اور علمائے دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ، وغیرہ۔ ان

حضرات کے اقوال کتابوں میں مذکور ہیں۔(۱)

سعودی عرب کی مجلس ہیئت کبار علماء کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی واقع ہونگی۔مجلس کا فیصلہ یہ ہے:

بعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قيلت فيها

---

(۱) ("مسائل الإمام أحمد بن جنبل وإسحاق بن راهوية": ۱۹۲۱/۴، ط: الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة/ السعودية) (كتاب الأثار، للإمام محمد، بتحقيق خالد العواد: ۴۴۲-۴۴۱/۲، رقم: ۳۸۳، ط: وفقية المزنى لنشر كتب التراث الإسلامى (دارالنوادر) دولة الكويت)("التاريخ والإكليل لمختصر خليل": ۳۹۰/۸، ط: دارالكتب العلمية) (اختلاف الفقهاء، للمروزى: ص/۲۴۸،ط: أضواء السلف- الرياض-)("أحكام القرآن" للجصاص : ۴٦۹/۱، ط: دارالكتب العلمية بيروت)(شرح صحيح البخارى:لابن بطال: ۳۹۱/۷، ط: مكتبة الرشد- السعودية، الرياض)(الاستذكار:۸/٦، كتاب الطلاق،ط: دارالكتب العلمية-بيروت)(المعلم بفوائد مسلم:۱۹۱/۲، كتاب الطلاق، ط: المؤسسة الوطنية للترجمة والتحقيق والداراسات)(المقدمات المهدات، لابن رشد:۵۰۲/۱، ط: دارالغرب الإسلامى) (أحكام القرآن لابن العربى: ۲۵۹/۱، ط: دارالكتاب العلمية ،بيروت-لبنان)(اختلاف الأئمة العلمائ، لأبى المظفر:۱٦۷/۲،ط: دارالكتب العلمية-لبنان/بيروت)(الجامع لأحكام القرآن، للقرطبى: ۱۲۹/۳،ط: دارالكتب المصرية-القاهرة)(المغنى: لابن قدامة:۳۸۳/۷،ط: مكتبة القاهرة)(شرح علل الترمذى، لابن رجب:۴۴۷/۱، ط: مكتبة المنار- الزرقائ- الأردن)(عمدة القارى شرح صحيح البخارى:۲۳۳/۲۰،ط: دارإحياء التراث العربى - بيروت)(البحرالرائق:۳/ ۲۵۷، كتاب الطلاق، ط: دارالكتاب الإسلامى) (الفتاوى الخيرية، للرملى ملخصًا:ص/۴۲-۴۳،ط: المطبعة الكبرى الأميرية- بولاق- مصر)(انظر"مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" :۲۱۴۷/۵، ط: دارالفكر، بيروت- لبنان) (اتحاف سادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين، للزبيدى:۳۹۸/۵،ط:مؤسسةالتاريخ العربى-بيروت(الشرح الصغير، للدردير-شرح الشيخ الدردير لكتابه المسمى أقرب المسالك لِمَذْهبِ الإمام مالكٍ:۵۳۸/۲، ط: دارالمعارف) (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار:۱۰۵/۲،كتاب الطلاق: ط: مصطفى البابى الحلبى، مصر) (التفسير المظهرى:۳۰۰/۱، ط: مكتبة الرشيد/الباكستان)(البهجة فى شرح التحفة، التُسولى:۵۴۷/۱، ط: دارالكتب العلمية-لبنان/ بيروت)(الإشفاق فى أحكام الطلاق، ص/۳٦،ط:المكتبةالأزهريةللتراث)

ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثاً۔(مجلة البحوث الإسلامية، المجلد الأول العدد الثالث سنة ۱۳۹۷ الهجرية، حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد ص: ۱۴۲)

مسئلہ موضوعہ کے مکمل مطالعہ، تبادلہ خیال اور تمام اقوال کا جائزہ لینے اور اُن پر وارد ہونے والے اعتراضات پر جرح ومناقشہ کے بعد مجلس نے اکثریت کے ساتھ ایک لفظ کی تین طلاق سے تین واقع ہونے کا قول اختیار کیا۔

جولوگ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں، اُن کی سب سے مشہور دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث پر بھی تفصیل سے کلام کیا جائے، پہلے اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابن طاوس، عن أبيه، عن ابن عباس، قال: "كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم" (۱)

عن عبد الرزاق، أخبرنا ابن جريج، أخبرني ابن طاوس، عن أبيه، أن أبا الصهباء، قال لابن عباس: أتعلم أنما «كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وثلاثا من إمارة عمر»؟ فقال ابن عباس: «نعم» (۲)

عن طاوس، أن أبا الصهباء، قال لابن عباس: هات من هناتك، «ألم يكن الطلاق الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر

(۱) (صحيح مسلم: ۱۰۹۹/۲، رقم: (۱۵) ۱۴۷۲، ط: دار إحياء التراث العربي-بيروت)
(۲) (المصدر السابق: ۱۰۹۹/۲، رقم (۱۶) ۱۴۷۲)

واحدة» ؟ فقال: «قد كان ذلك، فلما كان في عهد عمر تتابع الناس في الطلاق، فأجازه عليهم»[1]

وفي لفظ للنسائي: عن ابن جريج، عن ابن طاوس، عن أبيه: أن أبا الصهباء جاء إلى ابن عباس، فقال: يا ابن عباس، ألم تعلم أن الثلاث كانت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر، وصدرا من خلافة عمر رضي الله عنهما ترد إلى الواحدة؟ قال: «نعم»[2]

وفي لفظ لأبي داود: عن طاوس، أن رجلا، يقال له: أبو الصهباء كان كثير السؤال لابن عباس، قال: أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها، جعلوها واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وصدرا من إمارة عمر؟، قال ابن عباس: بلى، "كان الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا قبل أن يدخل بها، جعلوها واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وصدرا من إمارة عمر، فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها، قال: أجيزوهن عليهم"[3]

مذکورہ روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت طاؤس ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر ؓ کے عہد اور حضرت عمر ؓ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھی، حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے حالاں کہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا ہم کیوں نہ ان کو ان پر نافذ کردیں تو حضرت عمر ؓ نے ان پر تین ہی نافذ کردیں۔

(۱) (المصدر السابق: ۲/۱۰۹۹، رقم (۱۷) ۱۴۷۲)

(۲) (السنن الكبرى، للنسائي: ۲۵۴/۵، رقم: ۵۵۶۹، ط: مؤسسة الرسالة-بيروت)

(۳) (السنن لابی داود: ۲/۲۶۱، رقم: ۲۱۹۹)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ابوالصہباء نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی امارت کے ابتدائی تین سال میں تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوتا رہا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ اپنی عجیب وغریب اور نرالی باتوں میں سے کوئی بات ہمیں سنائیں کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے دور میں تین طلاقوں کو ایک نہیں قرار دیا جاتا تھا، انھوں نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوتا رہا، پس جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے پے در پے اور لگاتار طلاقیں دینا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے ان پر وہ نافذ کر دیں۔

جو لوگ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں، ان حضرات کا بیان ہے کہ اصل سنت جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں عمل ہوتا رہا اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زرّیں دور میں اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو تین سال میں جو معمول تھا وہ یہی تھا کہ تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا، اس دلیل کو وہ لوگ اہمیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں حافظ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللھفان، زاد المعاد اور اعلام الموقعین وغیرہ میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور اسی طرح نواب صدیق حسن خان نے دلیل الطالب میں اور مولانا ثناء اللہ صاحبؒ نے فتاویٰ ثنائیہ میں اور اسی طرح دوسرے حضرات نے اس روایت کو اپنے دعوئے پر قاطع اور ناطق دلیل تصور کیا ہے؛ لیکن صحابہ کرام کے واضح اور صاف فتاوی کے مقابلے میں یہ شاذ بات ہے، خود حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت تین طلاق سے تین واقع ہونے کی موجود ہے۔

اس حدیث کا سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ایک خاص صورت

سے متعلق ہے، وہ یہ کہ طلاق دینے والا بنیت تجدید وتاسیس طلاق کے الفاظ مکرر ادا کرے، مثلاً اپنی بیوی سے کہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، ابتداء میں راست بازی اور سچائی کا غلبہ تھا مسلمان نیت کے اظہار میں سچائی سے کام لیتے تھے، لہٰذا ان کا یہ دعویٰ قبول کرلیا جاتا تھا کہ (تین دفعہ کے) الفاظ سے اس کی نیت صرف تاکید کی تھی، لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں جب لوگوں میں تین طلاق واقع کرنے کی کثرت ہوگئی اور لوگوں کا دینی معیار بدلنا شروع ہوگیا اور اُن کی نیتوں میں صفائی نہ رہی، تو حضرت عمرؓ نے مکرر الفاظ کو ان کے ظاہری معنی پر محمول فرماتے ہوئے قضاءاسے نافذ فرمادیا، امام قرطبیؒ نے بھی اسی جواب کو پسند فرمایا اور حضرت عمرؓ کے اس ارشاد: **ان الناس استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ** یعنی لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی جس میں ان کے لیے مہلت تھی کی بنیاد پر اس کو قوی قرار دیا، اسی طرح امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب تمام جوابوں میں صحیح ترین جواب ہے۔ (۱)

(۱) ان هذا الحديث متعلق بنوع خاص من الطلاق، وهو صورة تكرير لفظ الطلاق بأن يقول: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فإنه يلزمه واحدة إذا قصد التوكيد، وثلاثا إذا قصد تكرير الإيقاع، فكان الناس في عهد النبي -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وأبي بكر على صدقهم وسلامتهم وكانوا يصدقون في إرادتهم التوكيد، فلما رأى عمر في زمانه أمورا ظهرت، وأحوالا تغيرت، وفشا إيقاع الثلاث جملة بلفظ لا يحتمل التأويل ألزمهم الثلاث في صورة التكرير وإن قالوا نحن نريد التوكيد، وهذا جواب ابن سريج وغيره كما ذكره الخطابي (انظر: معالم السنن: ۳/۲۳۷، ط: المطبعة العلمية- حلب) قال ابن حجر: هذا الجواب ارتضاه القرطبي وقواه بقول عمر: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة، وكذا قال النووي: إنه أصح الأجوبة۔ (فتح الباري شرح صحيح البخاري: ۹/ ۳۶۴، ط: دار المعرفة- بيروت)

اس حدیث کے جمہور کی طرف سے اور بھی جوابات دیے گئے ہیں، چنانچہ امام شافعی (اختلاف الحديث: ۸/۶۶۰، ط: دار المعرفة- بيروت)، امام ابو داؤد (السنن، لابی داود: ۲/۲۵۹، رقم: ۲۱۹۵، ط: المكتبة العصرية، صيدا- بيروت)، امام طحاوی (شرح معانی الآثار: ۳/۵۵-۵۷، ط: ←

....

← دارالكتب العلمية) حافظ ابن حجر (فتح الباری شرح صحيح البخاری: ۹/۳۶۵، ط: دارالمعرفة- بيروت) اور علامہ قرطبی (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: ۴/۲۴۰، كتاب الطلاق، باب إمضاء الطلاق الثلاث من كلمة واحدة، ط: دار ابن كثير- دمشق- بيروت)

رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ صاحب عمدۃ الاثاث فرماتے ہیں:

حضرت امام بیہقیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بعید نہیں کہ یہ روایت جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے منسوخ ہو ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم ان کو معلوم ہو اور پھر وہ دیدہ و دانستہ اس کے خلاف عمل کرتے اور فتویٰ دیتے ہوں (**سنن الکبریٰ: ۷/۳۳۸**) اور ان کا یہ ارشاد بعید از قیاس نہیں ہے کیوں کہ طلاق کے سلسلہ میں پہلے تین طلاقیں دے چکنے کے بعد بھی رجوع کیا جاسکتا تھا، جو بعد کو منسوخ ہوگیا، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہی روایت ہے کہ پہلے تین طلاقوں کے بعد رجوع ہوسکتا تھا، مگر بعد کو یہ حکم منسوخ ہوگیا (نسائی: ۲/۸۲) اور امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی مسلم والی روایت کو **باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث** کے تحت داخل کرکے اس کے نسخ کو ثابت کیا ہے (ملاحظہ ہو ابوداؤد: ۱/۲۹۸) اور **علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی الشافعی** فرماتے ہیں کہ پہلے تین طلاقوں کے بعد مراجعت کا حق پہنچتا تھا مگر بعد کو بالاجماع یہ حکم منسوخ ہوگیا، ظاہر قرآن وحدیث اسی پر دال ہیں (**کتاب الاعتبار: ص/۱۸۱**) اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ کے حوالہ سے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع بغیر نسخ کے علم کے بالکل نہیں ہوسکتا اور حافظ ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے عرض کیا جاچکا ہے کہ جب کسی مسئلہ پر اجماع ہوگیا ہو تو لامحالہ ان کو نسخ کا علم ہوچکا ہوگا اگرچہ بعض سے نص ناسخ مخفی رہ جائے اور چوں کہ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے اس لیے یہ واضح قرینہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع ہوگیا (اور اجماع وجود ناسخ کی دلیل ہے) تو حضرت ابن عباسؓ مطمئن ہوگئے اور اس کے خلاف فتویٰ دیتے رہے ورنہ اپنی مروی حدیث کے خلاف ان کا فتویٰ معاذ اللہ تعالیٰ ان کی عدالت پر اثر انداز ہوگا۔ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: ومخالفت راوی از برائے مروی دلیل است بر آنکہ راوی علم ناسخ دارد چہ حمل آں بر سلامت واجب است (دلیل الطالب: ص/۶۷۴) (عمدۃ الاثاث، ص: ۸۵، ۸۶)

حافظ ابن عبدالبر (**"الاستذكار": ۶/۲، كتاب الطلاق، ط: دارالكتب العلمية- بيروت**)، ابن عبدالہادی حنبلی، علامہ جوزجانی، ابن رجب حنبلی (**"سير الحاث إلى علم الطلاق الثلاث" ملخصًا مع تغيير يسير: ص/۲۸-۲۷، ط: دارالبشائر الإسلامية**) (**"شرح علل الترمذی" لابن رجب: ۱/۴۱۰، ط: دارالملاح للطباعة والنشر**)، امام بیہقی (**"السنن الكبریٰ"** ←

لہذا مذکورہ تفصیلات کے بعد آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ میں تین طلاق دیدی ہے، تو اُس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اور بیوی مغلظہ بائنہ ہوگئی، جیسا کہ اس کے دلائل تفصیل سے ماقبل میں بیان کر دیے گئے، جو لوگ تین طلاق کو ایک شمار

← للبیهقی: ۷/۵۵۱، رقم: ۱۴۹۷۴، ط: دارالکتب العلمیة بیروت- لبنان) وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ابوزرعہ، (السنن الکبری: للبیهقی: ۷/۵۵۲، رقم: ۱۴۹۸۴، ط: دارالکتب العلمیة، بیروت- لبنان) علامہ باجی، (المنتقی شرح الموطأ": ۴/۴، کتاب الطلاق، ط: مطبعة السعادة، مصر) قاضی ابومحمد عبدالوہاب، (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۳/۱۳۰، ط: دارالکتب المصریة- القاهرة) علامہ ابن العربی (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ملخصًا: ۹/۳۶۴، ط: دارالمعرفة- بیروت) وغیرہ (المغنی: ۷/۳۶۴، کتاب الطلاق، مسألة طلاق السنة، ط: مکتبة القاهرة) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور عہد صدیقی میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس عہد میں عموماً ایک وقت میں بجائے تین طلاقوں کے صرف ایک طلاق دی جاتی تھی (اس کے بعد اگر خاوند مناسب سمجھتا تو دوسرے اور تیسرے طہر میں مزید طلاق دے دیتا ورنہ ایک طلاق پر ہی اکتفاء کر لیتا اور عدت گزر جانے کے بعد عورت اس کے نکاح سے آزاد ہوجاتی) اگر چہ تین کا ثبوت بھی اس مبارک عہد میں ہے جیسا کہ حضرت محمودؓ بن لبید وغیرہ کی روایت باحوالہ پہلے گذر چکی ہے مگر نسبتاً ایسا کم ہوتا تھا لیکن بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تین کا رواج بکثرت ہوگیا اور انھوں نے تین ہی کو لوگوں پر نافذ کر دیا اور حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد اس کی تائید کرتا ہے کہ شریعت نے ان کو تدبر کا موقع دیا تھا؛ لیکن لوگوں نے جلد بازی سے کام لینا شروع کر دیا ہے، جب لوگوں نے اس کا التزام کیا ہے، تو ہم بھی ان کو ان پر نافذ کئے دیتے ہیں اور ایک روایت میں "تتابع الناس فی الطلاق" کے الفاظ آئے ہیں کہ عہد فاروقی میں لوگوں نے لگاتار طلاق دینا شروع کر دیا، حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ عدد اور گنتی کے لحاظ سے تو تین طلاقیں ہوتی تھیں مگر شمار میں ایک ہوتی تھی۔

علامہ خطابی، حافظ ابن حجر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو لفظ "ثلاثا" آیا ہے، اُس سے مراد درحقیقت "طلاق البتہ" ہے، جیسا کہ حدیث رکانہ میں اس کی تصریح ہے۔ **(معالم السنن: ۳/۲۳۷-۲۳۸، ط: المطبعة العلمیة- حلب) (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۹/۳۶۵، ط: دارالمعرفة- بیروت)** ←

کرتے ہیں، اُن کی بات قطعاً غلط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر زین الاسلام قاسمی الہ آبادی

مفتی دار العلوم دیوبند

۱۲/۲/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

۲۱/۲/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح فخر الاسلام عفی عنہ

۱۴/۲/۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح وقار علی غفرلہ

۲۱/صفر ۱۴۳۹ھ

الجواب صحیح العبد محمد مصعب عفی عنہ

۱۲/۲/۱۴۳۹ھ

قد أصاب المجیب فیما أجاب

محمد اسد اللہ غفرلہ

۲۴/۲/۱۴۳۹ھ

← بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ غیر مدخول بہا کے بارے میں ہے یعنی یہ روایت ایسی عورت کے حق میں ہے جس کے ساتھ ابھی تک خاوند نے ہمبستری نہیں کی اور اسے یوں طلاق دی ہے انت طالق، انت طالق، انت طالق اس میں وہ پہلی طلاق سے جدا ہوجائے گی اور دوسری طلاق کا وہ محل نہیں رہے گی، جیسا کہ ابو الصہباء کی روایت سنن ابی داؤد میں صراحت کے مذکور ہے **قبل ان یدخلھا بھا۔**

فتویٰ نمبر ۲

الفاظِ طلاق کے تکرار سے تین طلاق واقع ہونے پر بعض شبہات کا جواب

باسمہ تعالیٰ

سوالنامہ

از: کل ہند اسلامک علمی اکیڈمی، کانپور

تکرار طلاق سے وقوع ثلاث کے مسئلہ پر ضروری تنقیح وتوضیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸؍۲؍۱۴۳۸ھ

دین اسلام کا یہ امتیاز رہا ہے کہ اس نے زندگی کے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑا ان ہی میں سے ایک میاں بیوی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں طلاق کا مسئلہ ہے اس وقت اس موضوع سے متعلق سوال اٹھانے کا مقصد کوئی نئی تحقیق پیش نہیں کرنا بلکہ ایک نئے فتنے کی طرف توجہ مبذول کرانی ہے۔

ہو یہ رہا ہے کہ پہلے لوگ غصے میں طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیتے ہیں اور جب فتوی تین طلاق کا ملتا ہے تو غیر مقلدوں کے یہاں سے ایک طلاق کا فتوی حاصل کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ پورے غیر مقلد بن جاتے ہیں، یہ ایک وبائی شکل بنتی جارہی ہے اس سے فکرمند ہوکر اگر ملی دردوغم کا اظہار کیا جائے تو علماء اپنی مجبوری بیان کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے مسئلہ تو نہ بدلا جائے گا۔ جبکہ ایسے موقعوں پر امت کو سنبھالنا علماء کی ذمہ داری ہے۔ دیکھئے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جب عورتوں میں ارتداد کا رجحان بڑھا اور یہ چیز فتنے کی شکل اختیار کرنے لگی تو بروقت مفتیان کرام نے ازسرنو غور کرکے یہ فتوی دیا کہ عورت کے ارتداد سے نکاح ختم نہ ہوگا۔ (الحیلۃ الناجزۃ: ص، ۱۵۳ / مطبوعہ امارت شرعیہ دہلی)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی مسائل میں لچک رکھی گئی ہے اور وہ عرف وحالات کے اعتبار سے بدل سکتے ہیں۔

اسلامک علمی اکیڈمی کانپور نے چاہا کہ ملک کے بڑے اداروں میں مزید وضاحت کے ساتھ ایک سوالنامہ بھیجا جائے تاکہ اس سلسلے میں جو شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے ہوں وہ ختم ہوں۔

واضح رہے کہ ایک لفظ سے تین طلاق یا تحریری تکرار طلاق سے وقوع ثلاث سوالنامہ کا موضوع نہیں ہے کیوں کہ بولنے میں تو مکرر بولنے کا عرف ہے جیسے ''جاؤں گا، جاؤں گا، جاؤں گا، کرلو کیا کروگے'' لیکن لکھنے میں نہیں۔اس لیے سوالنامہ کا موضوع فقط زبانی تکرار طلاق رکھا گیا ہے کہ کیا ایسی صورت میں ہر حال میں تین طلاقیں واقع کی جائیں یا نیت کی تبدیلی سے حکم بدل سکتا ہے، علامہ عامر عثمانی نے ''ماہنامہ تجلی کا طلاق نمبر، ایک مجلس میں تین طلاق'' لکھ کر غیر مقلدوں کا دنداں شکن جواب دیا ہے لیکن حضرت نے بھی تکرار الفاظ کے ذریعہ دی جانے والی طلاق کو اپنا موضوع نہیں بنایا بلکہ ایک لفظ سے تین طلاق کو اپنا موضوع بنایا ہے۔تکرار الفاظ کے ذریعہ طلاق میں بہر حال تاکید کا احتمال عرفا موجود ہے۔

مولانا خود فرماتے ہیں: کسی بھی بات کو الفاظ کے تکرار سے مؤکد کرنا بول چال کا معروف اسلوب ہے یقین دہانی اور تاکید کے لیے ایسے فقرے روزمرہ، بولے جاتے ہیں ''کرلو کیا کروگے، میں وہاں گیا تھا، گیا تھا، گیا تھا'' ہاں ہاں تم ظالم ہو، ظالم ہو اچھا میں وعدہ کرتا ہوں وہاں نہیں جاؤں گا،نہیں جاؤں گا۔

ان فقروں میں تکرار الفاظ کا مقصود تکرار معانی نہیں۔نہ تعدد عمل ہے۔محض زور پیدا کرنے کے لیے زبان رواں ہوگئی ہے۔اسی طرح طلاق کے معاملہ میں بھی قرین قیاس ہے کہ شوہر غصے اور اشتعال کی رو میں لفظ طلاق کو کئی بار دہرادے اور تعدد سے متعلق شعور نہ ہو۔اسی عدم شعور کا نام نیت کا نہ پایا جانا ہے۔روزمرہ چوں کہ یہ اسلوب کلام مشاہدہ میں آتا ہے اس لیے بے حد اخلاقی زوال کے باوجود شوہر کے اس حلف پر اعتبار کردینے کا ہلکا سا جواز دے ہی

دیتا ہے کہ میری نیت تاکید کی تھی کئی طلاق کی نہیں تھی ۔ یہاں نیت اور عمل میں تطابق کی گنجائش موجود ہے۔ اور یہی گنجائش قانونی جواز مہیا کرتی ہے کہ تکرار لفظی کو زور و تاکید پر مبنی دے لیا جائے جبکہ شوہر عند المطالبہ حلف بھی کرنے پر آمادہ ہو اس تفکر کی روشنی میں کوئی مضائقہ نہیں اگر سہولت عامہ کے لیے مجلس نے اس شق پر اتفاق کرلیا۔ (ماہنامہ تجلی کا طلاق نمبر، ایک مجلس کی تین طلاق :ص، ۱۲)

دراصل موجودہ حالات یہ ہیں کہ ہمارے اداروں سے تکرار الفاظ سے دی ہوئی طلاق کا فتوی مطلقاً تین طلاق کا آتا ہے مستفتی سے استفسار بھی نہیں ہوتا خواہ طلاق دینے والے کی نیت کچھ بھی ہو گویا اب نیت کا اعتبار ہی نہیں کیا جاتا جب کہ اکابر (مفتی کفایت اللہ صاحب و مفتی نظام الدین صاحب) کے فتاوے اور فقہی عبارتیں اس سے مختلف نظر آتی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

بلا شبہ یہ مثالیں اور فقہی عبارتیں اہل علم کی نظر میں ہیں، ہم کوئی اُن کے علم میں حاشا و کلا اضافہ نہیں کررہے ہیں؛ لیکن خلجان ضرور ہے کہ کن کن موقعوں پر نیت کا اعتبار کیا جائے اور کہاں نہ کیا جائے ، اسلامک علمی اکیڈمی کا مقصد اس استفتاء اور جد وجہد سے اسی خلجان کو دور کرانا ہے۔

"کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین۔" (شامی زکریا : ص، ۵۲۱ ،ج،۴)

"رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق فقال عنیت بالأولی الطلاق صدق، و دین" (ھندیه: ص ۳۵۵ ج، ۱)

"لو قال لها انت طالق، طالق، طالق او قال انت طالق انت طالق انت طالق او قال قد طلقتک الخ دین" (بدائع الصنائع زکریا: ۱۶۳ ،ج،۳)

"اذا کرر لفظ الطلاق بحرف العطف او بغیر العطف فقال لها انت طالق و طالق او طالق فطالق تقع واحدة" (تاتار خانیه: ۴۲۸ ،ج، ۴/ ۶۵۹۵)

”رجل قال لامرأته : انت طالق انت طالق انت طالق وقال عنیت بالاولی الطلاق وباالثانیة والثالثة افهامها صدق دیانة۔“ (تاتار خانیه : ص، ۴۳۹،ج،۴/۶۵۹۷)

”قوله (المفتی یفتی بالدیانة) مثلا اذاقال رجل قلت لزوجتی انت طالق قاصداً بذالک الاخبار کاذبا فان المفتی یفتیه بعدم الوقوع“ (شامی :ص، ۴۴۰،ج،۴،رشیدیه پاکستان)

ان عبارتوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ معاملہ اتنا مطلق نہیں جتنا سمجھ لیا گیا ہے جب کہ اس وقت جو فتوے دیئے جارہے ہیں عموماً ان میں کوئی قید ملحوظ نہیں ہوتی۔ بیوی سے جھگڑتے وقت اگر شوہر کی زبان سے طلاق طلاق طلاق کے الفاظ نکل گئے تو ہر حال میں اسے مغلظہ ہی پر محمول کیا جاتا ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین فرماتے ہیں:

”ولو کرر لفظ الطلاق وقع الکل“۔ عبارت کو اتنا عام اور مطلق سمجھ لیا گیا ہے کہ جہاں لفظ طلاق بار بار منہ سے نکلا تو فوراً وقع الکل کا حکم لگ گیا حالاں کہ یہ کلیہ صحیح نہیں اس لیے کہ یہ عبارت کئی قیدوں سے مقید ہے مثلاً یہ کہ عورت غیر مدخول بہا نہ ہو، بلکہ مدخول بہا ہو اور مثلاً یہ کہ یہ لفظ منفرد نہ بولا گیا ہو بلکہ ایسے جملہ تامہ میں بولا گیا ہو جس میں وقوع کی نسبت تامہ اذعانی اور یقینی ہو اور اس جملہ تامہ میں لفظ طلاق[(۱)] بعینہ یا اس کا مادہ بار بار بولا گیا ہو پس جملہ ناقصہ غیر تامہ میں کلمات منفردہ میں یہ تکرار واقع ہو تو وقع الکل کا حکم دیدینا درست نہ ہوگا۔

مفتی صاحب نے کافی تفصیلی بحث کی ہے مزید تفصیل کے لیے دیکھیں“

(نظام الفتاوی:ص،۱۴۰ /۱۴۱ ج،۲)

”طلاق طلاق کا لفظ اگر عورت کے مطالبہ طلاق پر کہا ہے تو ایک طلاق

(۱)سوالنامہ میں ثلاث کا لفظ تھا؛ لیکن اصل کتاب میں طلاق کا لفظ ہے،اس لیے اسی کے مطابق کردیا گیا۔(مرتب)

کے وقوع کا حکم ہوجائے گا اور باقی لفظوں میں اگر بقسم کہدے کہ میں نے تاکید کے لیے یہ لفظ کہد یا ہے اور معاملہ دیانت تک ہے تو ایک طلاق کا حکم ہوگا اور قضاء میں تین طلاق کا حکم ہوگا۔'' (نظام الفتاوی:ص، ۳۳/ ۳۴، ج، ۲)

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

سوال: ایک عورت کو اس کے شوہر نے کسی بنا پر مارا تو وہ ناراض ہوکر اپنے بھائی کے گھر چلی گئی، جب دوسرے دن شوہر بلانے گیا تو اس نے مارنے کا سبب دریافت کیا، اس کے جواب میں شوہر نے اس عورت کو گالی دی اور طلاق طلاق کہکر باہر کا راستہ لیا، دریافت کرنے پر یہ شخص کہتا ہے کہ غصے میں الفاظ اس طرح نکلے، نیت طلاق دینے کی نہ تھی، اس صورت میں از روئے شرع طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کتنی اور کیسی۔ الخ

جواب: (از حضرت مفتی اعظم) ہوالموفق ــــــ صحیح جواب یہ ہے کہ لفظ طلاق اگر چہ صریح ہے مگر بیوی کی طرف اضافت صراحتا موجود نہیں، اس لیے شوہر اگر اس بات پر حلف کرے کہ لفظ طلاق کہنے سے زوجہ کو طلاق دینا مقصود نہ تھا تو طلاق ایک بھی نہیں ہوئی الخ۔ (کفایت المفتی:ص، ۳۴۳ ج، ۶)

اسی طرح اسلامی قانون مسلم پرسنل لا، کی دفعہ ۲۸۰ / ص ۱۸۵ / میں یہ موجود ہے۔

''دفعہ ۲۸۰ .... اگر کسی شخص نے طلاق دیتے ہوئے عدد کی صراحت نہیں کی، مگر بار بار طلاق دینے کا جملہ دہرایا مثلاً تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی، یا یوں کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو ایسی صورت میں اگر طلاق دینے والا یہ اقرار کرے کہ اس نے دو یا تین بار لفظ طلاق دہرا کر دو یا تین طلاق دینا چاہا ہے تو ایسی صورت میں دو یا تین طلاق واقع ہوگی۔

اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور اس نے محض زور پیدا کرنے کے لیے الفاظ طلاق دہرائے ہیں اس کا مقصد ایک سے زائد طلاق دینا نہیں تھا، تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور

ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی کچھ بھی نیت نہیں تھی نہ ایک کی اور نہ دو یا تین کی تو دیکھا جائے گا عرف میں ایسے موقع پر تاکیداً الفاظ دہرانے کا رواج ہے یا نہیں، اگر عرف غالب یہ ہو کہ ایسے موقع پر لوگ محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بار بار اسی لفظ کو دہراتے ہیں، تو عرف کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے تکرار الفاظ کو تاکید پر محمول کر کے ایک ہی طلاق واقع کی جائے گی۔

لیکن اگر عرف ایسا نہ ہو بلکہ الفاظ کی تکرار نیا معنی پیدا کرنے کے لیے معروف و مروج ہو تو ایسی صورت میں ہر لفظ طلاق کو مستقل طلاق پر محمول کیا جائے گا۔'' (اسلامی قانون متعلق پرسنل لا بورڈ: ص، ۱۸۵)

معلوم ہوا کہ مطلقا تین طلاق کا حکم لگانا مناسب نہیں اور نہ ہی مفتی کو ہر حال میں قضاءً فتوی دینا چاہیے جبکہ آج کل مفتیان کرام قضاءً فتوی دیتے ہوئے طلاق مغلظہ کا حکم لگا دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں استفتاء ہے کہ

۱۔ تاکید اور تاسیس کی اصطلاحیں شرعی ہیں یا عرفی؟

اگر کوئی کہے کہ تاسیسی معنی مراد لینا اولی ہے یہ ضابطہ مطلقا نہیں ہے بلکہ بسا اوقات تاکید اولی ہوتی ہے اگر وہ عرف سے مؤید ہو جائے یا یہ کہے کہ یہ عربی کا ضابطہ ہے اور اردو کا نہیں تو اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟

۲۔ اگر عدم نیت کی صورت میں عرف کی قوت سے مذکورہ تکرار طلاق کو تاکید پر محمول کیا جائے تو کیسا ہے؟ جیسا کہ دفعہ ۲۸۰ ''اسلامی قانون مسلم پرسنل لا بورڈ'' ص، ۱۸۵ / کے حوالے سے گذرا۔

۳۔ اگر مبتلی بہ کی کوئی نیت نہ ہو اور وہ یہ کہے کہ روزمرہ محاورے کے

اعتبار سے میں نے مکرر الفاظ کہد یئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہالت عذر نہیں، اسے مسائل سے واقف ہونا چاہیے ؛ لیکن اس جہالت وواقفیت کی حدود کیا ہیں؟ یعنی طلاق کے کتنے مسائل سے واقفیت اس کے جہل کو دور کر دے گی، اور کہاں کہاں وہ معذور سمجھا جائے گا؟ تاکید اور تاسیس جو ٹھیٹھ درسی اور علمی اصطلاحیں ہیں ان سے ناواقفیت عذر ہوگا یا نہیں؟ یہ سوال اس پس منظر میں ہے کہ نفس طلاق سے طلاق تو سب جانتے ہیں لیکن طلاق کے جزئیات کا علم تو پڑھے لکھوں کو بھی نہیں ہوتا۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے تکرار الفاظ کے ذریعہ طلاق کی صورت میں نیت کا اعتبار نہیں کیا اور فرمایا کہ لوگ اب جھوٹ بولتے ہیں تو پھر فقہاء کرام کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ ''**ان نوی التاکید دین**''

۶۔ اگر مبتلی بہ کہے کہ طلاق صریح سے طلاق رجعی پڑتی ہے لیکن اس میں شدت پیدا کر دی جائے تو بائنہ بن جاتی ہے۔ شدت کبھی اضافہ لفظ سے ہوتی ہے جیسے ''بائن'' کا اضافہ کر دیا اور کبھی تکرار سے شدت پیدا ہوتی ہے، میری نیت تکرار سے شدت تھی ؛ لہذا اسے طلاق بائن ہونا چاہیے، تو اُس کی یہ دلیل کیسی ہے، جب کہ بعض اہل علم کی رائے ہے کہ تکرار طلاق سے طلاق بائنہ ہونا چاہیے کیونکہ اس نے تکرار سے شدت پیدا کر دی۔

۷۔ اگر کوئی کہے کہ ایک لفظ سے تین طلاق یا ایک لفظ سے سو طلاق میں، تین طلاق مغلظہ واقع ہونا ہر حال میں مسلم ہے۔ لیکن تکرار الفاظ کی صورت میں فرق ہونا چاہیے ؛ کیوں کہ تکرار الفاظ کے ذریعہ طلاق دینے والا بسااوقات تین بار سے زائد طلاق، طلاق کے الفاظ بولتا ہے، اگر اس کا مقصد تین طلاق ہوتا تو وہ تین پر رک جاتا لیکن وہ پانچ، سات، دس مرتبہ کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تین طلاق نہیں دینا چاہتا بلکہ تاکیداً ایسا کہہ رہا ہے تو اس کی یہ دلیل کیسی ہے؟

۸۔طلاق،طلاق،طلاق کی صورت میں اگر حنفی دارالافتاء سے فتوی تین کا ملا اور مبتلی بہ غیر مقلدوں سے ایک فتوی لے آئے پھر میاں بیوی ساتھ رہنے لگیں اور بچے پیدا ہوں تو بچے ثابت النسب ہوں گے یا نہیں،اسی طرح اگر میاں بیوی میں ایک مقلد اور ایک غیر مقلد ہو اور یہی صورت پیش آجائے تو کیا حکم ہوگا؟

۹۔فقہی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی قضاء کے مطابق فتوی اس وقت دے گا جب قاضی فیصلے کے لیے حکم دریافت کرے یا شرعی پنچایت فیصلہ کرتے وقت مفتی سے حکم دریافت کرے،اس کے علاوہ دیانتاً فتوی دے گا۔

”ان القاضی اذا سأل المفتی عن هذه الحادثة لایفتیه بعدم الوقوع لانه انما سأله عما یحکم به فلابد ان یبین له حکم القضاء“ (شامی رشیدیہ پاکستان: ص، ۳۴۰ج،۴)

”لافرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر والقاضی ملزم“
(مقدمہ فتاوی دارالعلوم: ص، ۱۱۴)

مفتی نیت پر فتوی دے گا۔

”اذا قال رجل قلت لزوجتی انت طالق قاصدا بذالک الاخبار کاذبا فان المفتی یفتیه بعدم الوقوع“ (شامی رشیدیہ پاکستان: ص، ۳۴۰)

جبکہ آج کل اداروں سے فتوے قضاء کی شان سے دیئے جارہے ہیں؛ لہٰذا واضح فرمائیں کہ مفتی کب قضاء کے مطابق فتوی دے اور کب دیانتاً اور اس کی حدود کیا ہیں؟

کیا مفتی حلف لے کر نیت کے مطابق فتوی دے سکتا ہے۔

۱۰۔ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے ”تجھے طلاق،طلاق،طلاق“ یا غصہ میں بغیر اضافت کے کہتا ہے ”طلاق،طلاق،طلاق“ اول صورت میں تاکید کا احتمال ہے اور دوسری صورت میں عدم اضافت ہے،تو اب مطلق سوال کے وقت

مفتی تنقیح کرے کہ تمہاری نیت کیا تھی؟ یا صرف حکم لگا دے؟ اور اگر مگر کے ساتھ جواب دے؟ واضح فرمائیں۔

۱۱۔ مفتی کفایت اللہ صاحب، مفتی نظام الدین صاحب اور اسلامی قانون مسلم پرسنل لا بورڈ کے حوالے سے جو مثالیں (تکرار طلاق میں ایک طلاق واقع ہونے یا عدم اضافت طلاق میں عدم وقوع کی) دی گئی ہیں آج کوئی مفتی اگر اس پر عمل کرتے ہوئے فتوی دیے تو کیسا ہے؟

یہ سوال اس پس منظر میں ہے کہ آج کل ارباب افتاء مطلقا مغلظہ کا فتوی دے رہے ہیں۔ نہ تنقیح کرتے ہیں نہ سائل کی نیت کا اعتبار کرتے ہیں۔

۱۲۔ کیا "طلاق، طلاق، طلاق" لکھ کر دینے اور زبانی دینے میں فرق کیا جا سکتا ہے؟ یہ کہتے ہوئے کہ بولنے میں تکرار کا عرف ہے اور لکھنے میں تکرار کا عرف نہیں ہے۔

۱۳۔ تحریر میں عموماً مکرر لکھنے کا عرف نہیں ہے لیکن اب عدالتوں میں تحریراً بھی مکرر لکھوایا جاتا ہے اور وکلاء مکرر لکھتے ہیں۔ مثلاً "میں فلاں بن فلاں، فلانیہ بنت فلانیہ کو طلاق دیتا ہوں" یہ جملے وکلاء تین بار لکھتے ہیں تو کیا زبانی تکرار کی طرح اس کو بھی تاکید پر محمول کیا جا سکتا ہے؟

۱۴۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ تکرار طلاق میں تاسیس اولی ہے تو کیا مذکورہ بالا وجوہات وعوارض نیز عرف کی تائید کی وجہ سے اس اولویت کو قربان نہیں کر سکتے؟ اور تاکیدی معنی مراد نہیں لے سکتے؟

۱۵۔ اسلامی قانون متعلق پرسنل لا میں عدم نیت کو عرف پر محمول کیا گیا ہے اب اگر طلاق کا لفظ دہرانے والا کہتا ہے کہ میری کوئی نیت نہیں تھی، تاکید کی نہ تاسیس کی، جبکہ تاکیدی معنی بول چال کے عرف میں معروف اور مروج بھی ہیں (جیسا کہ ماہنامہ تجلی طلاق نمبر، عامر عثمانی کے حوالے سے چند مثالیں دی جا چکی ہیں) تو کیا عدم نیت کی صورت میں عرف کو حاکم بنایا جا سکتا ہے؟ دوسرے الفاظ

میں ''اسلامی قانون متعلق پرسنل لا'' کی اس دفعہ ۲۸۰ / سے اتفاق کرتے ہوئے فتوی دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ فقط

محمد متین الحق اسامہ قاسمی

(ناظم مدرسہ جامعہ محمودیہ جاجموٴ کانپور وصدر اسلامک علمی اکیڈمی)

اقبال احمد قاسمی (صدرمدرس مدرسہ مظہر العلوم بیکن گنج کان پور وجنرل سکریٹری اسلامک علمی اکیڈمی) خلیل احمد مظاہری (صدرمدرس مدرسہ صدیقیہ بابو پوروہ کان پور ونائب صدر اسلامک علمی اکیڈمی) عبدالرشید قاسمی (مفتی مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور، کانپور وسکریٹری اسلامک علمی اکیڈمی) وجملہ اراکین کل ہند اسلامک علمی اکیڈمی، کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

۲۱رتتمہ کل ہند اسلامک علمی اکیڈمی کانپور کی جانب سے تکرار طلاق سے وقوع ثلاث کے متعلق سوال نامہ موصول ہوا، سوال نامہ میں تمہید کے طور پر ذکر کردہ امور سے متعلق چند باتیں اولاً عرض کی جاتی ہیں پھر اصل سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے:

(الف) سوال نامہ میں لکھا گیا کہ مفتیان کرام نے ازسرنو غور کرکے یہ فتوی دیا کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہ ہوگا، اِس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ اگر چہ ظاہر الروایۃ نہیں ہے؛ لیکن یہ کوئی نیا فتوی نہیں تھا؛ بلکہ مشائخ بلخ اور سمرقند، اسی طرح بعض مشائخ بخاری کی، پہلے سے ہی یہ رائے تھی اور بعض فقہاء کی طرف سے اس رائے پر کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ نہ ہوگا فتوی دینا بھی منقول ہے؛ اس لئے اس جزئیہ سے زیرِ بحث مسئلے میں استشہاد محل نظر ہے۔

وأفتى مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا وتيسيرا لا سيما التي

تقع في المكفر ثم تنكر، قال في النهر: والإفتاء بهذا أولى من الإفتاء بما في النوادر (درمختار مع الشامی ۴/۳۶۷) مزید تفصیل کے لئے ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں مذکور پوری بحث دیکھیں۔

(ب) جاؤں گا، جاؤں گا، جاؤں گا جیسی مثالوں میں بلاشبہ تاکید مراد ہوتی ہے،تاسیس قطعا مرادنہیں ہوتی؛لیکن ان مثالوں کے ذریعے استدلال کرکے الفاظِ طلاق کے تکرار کومحض عرف کی بنیاد پر تاکید پر محمول کرنا (یعنی اگر چہ طلاق دینے والے نے دوسرے اور تیسرے جملے سے تاکید کی نیت نہ کی ہو) صحیح نہیں ہے؛اس لئے کہ الفاظِ طلاق کی نوعیت دیگر الفاظ سے مختلف ہے،طلاق کے الفاظ بالعموم بغرض تاسیس ہی مکرر لائے جاتے ہیں،اس حوالے سے لوگوں کے محاورے پر غور کرنے سے دونوں کا فرق بالکل نمایاں ہوجاتا ہے،اس کا ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ حضرات مفتیان کرام تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے ، تجھے طلاق ہے،اسی طرح تجھے طلاق ،طلاق ،طلاق جیسے الفاظ میں تین طلاق کا فتوی دیتے آئے ہیں؛لیکن شاید ہی کسی واقعے میں یہ اعتراض آیا ہو کہ میری مراد تاکید کی تھی ، میری مراد اس سے ایک طلاق کی تھی ،اگر دیگر جملوں کی طرح طلاق کا مکرر استعمال بھی تاکید کے لئے ہوتا تو لوگ کثرت سے اس پر اپنا اعتراض پیش کرتے حاصل یہ ہے کہ مکرر الفاظِ طلاق کو دیگر الفاظِ مکرر پر قیاس کرتے ہوئے تاکید پر محمول کرنا بلا وجہ کی بات ہے، یہ ''**توجیه القول بما لایرضی به قائله**'' کے قبیل سے ہوگا؛اس لئے علامہ عامر عثانی مرحوم کی تحریر سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خود فقہائے کرام نے اس مسئلے سے تعرض کیا ہے اور انھوں نے صراحت کی ہے کہ اگر کسی نے تین مرتبہ الفاظ طلاق ادا کئے؛لیکن اُس نے تاکید یا تاسیس کسی چیز کی نیت نہیں کی ہے تو ایسی صورت میں اس کا کلام

تاسیس پر ہی محمول ہوگا اور تین طلاق کا حکم لگایا جائے گا؛ کیونکہ الفاظ طلاق مکرر لانے کی صورت میں تاکید خلاف اصل ہے، چنانچہ درمختار مع الشامی میں ہے:

کرر لفظ الطلاق وقع الکل وإن نوی التاکید دین، وقال ابن عابدین: قوله (کرر لفظ الطلاق بأن قال للمدخولة أنت طالق أنت طالق أو قد طلقتک ،قد طلقتک أو أنت طالق قد طلقتک أو أنت طالق و أنت طالق ...قوله (و نوی التاکید دین) أی ووقع الکل قضاء، و کذا إذا أطلق "أشباه" أی بأن لم ینو استئنا فا ولا تاکیدا؛ لأ ن الأصل عدم التاکید۔ (۴/۵۲۱)

اور فتاوی ازہریہ میں ہے:

(ص:۲۸) سئل في رجل قال لزوجته: زوجي طالق، زوجي طالق، زوجي طالق، تطلق منه بالثلاث أم بواحدة، أجاب: إن قصد التاسیس، طلقت بالثلاث، و کذا لو أطلق، ولم ینو تاسیساً و لا تاکیداً، وإن نوی التاکیدَ، طلقت بواحدة دیانةً۔

حاصل یہ کہ عرف وغیرہ کا سہارا لے کر تاکید کی نیت نہ ہونے کی صورت میں بھی جو تین طلاق کو ایک قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے، مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔

البتہ یہ سوال قائم رہتا ہے کہ اگر کسی نے تاکید کی نیت کی ہے اور وہ اس کا اظہار بھی کر رہا ہے کہ میں نے دوسری اور تیسری بار تاکیدا کہا تھا، تو اس صورت میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ مکرر الفاظِ طلاق کے اندر عدمِ تعدد کی نیت خلافِ اصل ہے؛ اس لئے اس کی نیت قضاءً معتبر نہیں ہوگی؛ کیونکہ قضاء کی بنیاد ظاہر پر ہوتی ہے؛ لیکن چونکہ فی نفسہ اس کی گنجائش ہے، اگرچہ غالب عرف نہ ہو؛ اس لئے دیانۃً اس کی بات معتبر مانی جائے گی۔

دیانت اور قضاء کا فرق جو فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر قاضی یا شرعی پنچایت کے پاس معاملہ پہنچ گیا تو دیانت سے نکل گیا، اسی طرح اگر عورت نے خود سن لیا یا کسی قابل اعتماد ذریعے سے یہ بات اس کو پہنچ گئی تب بھی یہ قضا میں داخل ہوگیا؛ کیونکہ عورت کو بھی قاضی کا درجہ دیا گیا، اس سے پہلے تک وہ دیانت کے دائرے میں رہے گا، فقہاء کے قول **اذا نوی التاکید دین کا** محمل یہی ہے۔ ''منتخبات نظام الفتاوی'' (ج۲،ص ۱۶۹) میں اِس سلسلے میں بہت اچھی بحث ہے، اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا[1]۔

(ج) نیت کی صورت میں دیانۃً (جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے) تاکید

(۱) حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں: بیوی سے براہِ راست کہنا اس بات پر قرینہ ہے کہ شوہر نے بیوی کے سامنے اس کو مخاطب کر کے (طلاق، طلاق، طلاق) کہا ہے، لہٰذا جب بیوی نے خود سن لیا ہوتو لفظ تجھے کہا ہو، یا نہ کہا ہو نسبت بیوی کی طرف مراد ہوگی اور بیوی کے لیے جائز نہیں رہے گا کہ کسی طرح بھی شوہر کو اپنے اوپر قابو پا لینے دے، اگر شوہر بحلف بھی بیان کرے کہ میری نیت محض تاکید کی تھی اور صرف ایک طلاق دینے کی تھی یا دومرتبہ کا لفظ بھی تاکید کے طور پر کہا تھا، شوہر کے اس حلفی بیان کی بھی تصدیق شریعت نہ کرے گی، تصدیق کرنا اس کے لیے جائز نہ رہے گا، اس لیے کہ عورت اس معاملہ میں مثل قاضی کے ہے۔

اسی طرح اگر یہ معاملہ قاضی (یا قائم مقام قاضی جیسے جماعت مسلمین وشرعی کمیٹی) کے سامنے پہنچ جائے گا تو وہ بھی بحلف بیان کرنے کی تصدیق نہ کرے گا، بلکہ تین طلاق کا ہی حکم ہوگا۔ ہاں اگر عورت کو شوہر کے جملہ کے کہنے کا علم نہ ہوا اور معاملہ قاضی یا قائم مقام قاضی تک نہ پہنچے، مثلاً شوہر نے غائبانہ کہا ہو کہ اس کو طلاق، طلاق، طلاق پھر بحلف کہے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی، دومرتبہ طلاق کا لفظ محض تاکید کے طور پر کہہ دیا تھا تو اس صورت میں فیما بینہ، وبین اللہ تصدیق کر لی جائے گی اور اس کی رجعت صحیح قرار دے دی جائے گی، اسی طرح اگر شوہر کے سوا کسی کو بھی شوہر کے اس جملہ کے کہنے کی خبر نہ ہو، مثلاً بالکل تنہائی میں عورت سے بھی غائبانہ کہہ دیا ہو اور واقعی شوہر نے تاکید کی نیت سے اور تاکید کے لیے ہی دہرایا ہے تو معاملہ اس کے اور اللہ کے درمیان رہے گا، اور اس کا رجعت کر لینا صحیح رہے گا، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

الف: "لو کرر لفظ الطلاق وقع الکل وإن نویٰ التاکید دین"۔ (شامي: ۲۹۳/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها)

ب: "قوله إن نویٰ التأکید الخ. أی وقع الکل فی القضاء" ۔ (شامي: ۲۹۳/۳، کتاب ←

کا اعتبار ہوتا ہے؛ مگر مفتی کی یہ ذمے داری نہیں کہ وہ اِس سلسلے میں تنقیح کرے کہ تم نے تاکید کی نیت کی تھی یا تاسیس کی؟ بلکہ یہ مستفتی کا کام ہے کہ وہ خود اس کا اظہار کرے، فقہائے کرام نے اس سلسلے میں جو مثالیں ذکر کی ہیں ان میں یہی ہے کہ مستفتی نے خود اپنی نیت کا اظہار کیا، چناں چہ ہندیہ میں ہے:

رجل قال لامرأته أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صُدّق ديانةً (فتاوی ہندیہ ۱/۳۵۶ ط: زکریا)

اسی طرح تاتارخانیہ کی عبارت میں ''عنیت'' کا لفظ اس کی طرف مشیر ہے۔

اسی طرح حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کی عبارت جو سوال نامہ میں نقل کی گئی ہے، اس میں بھی مستفتی کے خود وضاحت کرنے کی بات آئی ہے۔

مفتی کی ذمے داری نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ نیت خلافِ اصل

→ **الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها)**

ج: تنقیح فتاویٰ حامدیہ، ص ر ۳۴ میں اسی قسم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **"لا يصدق في ذٰلك قضاءً، لأنه مأمور باتباع الظاهر، والله يعلم بسرائره، ولا يصدق أنه قصد التأكيد إلا بيمينه، لأن كل موضع يكون القول منه قوله: إنما يصدق مع اليمين (ثم الي قوله) أن المرأة كالقاضي فلا تحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذٰلك وعلمت، لأنها لا تعلم إلا الظاهر"** (تنقیح الفتاویٰ حامدیہ: ۳۴) لہٰذا شوہر کا یہ جملہ اگر عورت نے خود سن لیا ہے یا معاملہ عدالت میں پہنچ گیا ہے تو خاوند کا یہ دعویٰ کہ اس جملہ سے میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی اور باقی دو مرتبہ محض تاکید کے طور پر دہرایا ہے، قابل اعتبار اور مفید مطلب نہ ہوگا اور محض اس دعویٰ سے فقط ایک طلاق کا حکم نہ ہوگا اور عورت کے واسطے شوہر کو اپنے اوپر قابو دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ اس سے خلاصی کی ہر مناسب تدبیر اختیار کرنا لازم ہوگا، جیسا کہ شامی (جلد: ۲، صفحہ ۵۹۴) میں اس کی تصریح موجود ہے، البتہ اگر عورت شوہر کو اپنے سے روک کر یا بھاگ کر فدیہ دے کر وغیرہ کسی طرح بھی خلاصی حاصل نہ کر سکے تو معاملہ قاضی تک پہنچائے، اب اگر قاضی کے سامنے بھی شوہر تین مرتبہ لفظ طلاق کہنے سے بحلف انکار کرے اور عورت کے پاس خلاف کا بینہ نہ ہو اور قاضی عورت کے خلاف فیصلہ کر دے تو اب گناہ عورت پر نہ رہے گا، بلکہ صرف مرد پر رہے گا۔

وفي البزازية عن الأوزجندي: "إنها ترفع الأمر للقاضي فإن حلف ولا بينة لها، فالإثم عليه أى إذا لم تقدر علي الفداء أو الهرب ولا علٰى منعه عنها" (شامي كتاب الطلاق، باب مطلب الصريح: ۳/ ۲۵۱)

ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مفتیان یہ سلسلہ شروع کردیں گے تو کذب وخیانت کے اس دور میں لوگ اِسی کا دعوی کرنے لگیں گے اور حرام کاری کر کے اپنی آخرت خراب کریں گے۔[۱]

ہاں اگر مستفتی خود اس خلافِ اصل نیت کا اظہار کرے اور مفتی کا دل بھی مطمئن ہو تو اس کی نیت کے مطابق زبانی فتوی دے سکتا ہے۔

(د) مجموعہ قوانین اسلامی میں دیگر محاورے پر طلاق کو بھی قیاس کر کے تشقیق کے طور پر قضاء جو حکم لکھا گیا ہے، اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

(ھ) تاتارخانیہ کی جو عبارت سوال نامہ میں نقل کی گئی ہے یہ بالکل بے محل ہے؛ کیونکہ وہاں بات غیر مدخول بہا کی چل رہی ہے۔[۲]

(و) اضافت الی الزوجہ وقوعِ طلاق کے لئے ضروری ہے؛ لیکن اضافت کا صریح ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ معنوی اضافت بھی کافی ہے یعنی اگر قرینہ تو یہ موجود ہو تب بھی اسے اضافت پر محمول کیا جائے گا، حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک

---

(۱) حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے ایک مفصل فتوی میں لکھا ہے:

''شوہر نے اپنی بیوی سے یہ جملہ (تجھے تین طلاق) کہا تو اب اگر شوہر بحلف بھی بیان دے کہ اس جملہ سے میری نیت تین طلاق دینے کی نہ تھی، بلکہ میری نیت صرف ایک طلاق کی تھی میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین کا لفظ استعمال کئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تو شوہر کا یہ بیان کسی صورت میں معتبر نہ ہوگا، بلکہ تین طلاق ہی کا حکم ہوگا اور حرمت مغلظہ ہوگی اور شوہر کے قول کی تصدیق کر کے محض ایک طلاق شمار نہ ہوگی۔

كما في الرد: "والطلاق يقع بعدد قرن به لا به أي متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد بدليل ما أجمعوا عليه من أنه لو قال لغير المدخول بها أنت طالق ثلاثا طلقت ثلاثا ۔ وقوله عند ذكر العدد الخ أي عند التصريح بالعدد فلا يكفي قصده" (ردالمحتار: ۴/ ۵۱۳-۵۱۴) (منتخبات نظام الفتاوی: ۲/ ۱۷۱-۱۷۲۔ کتاب الطلاق، ط: ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی)

(۲) إذا قال لها قبل الدخول "انت طالق ثلاثا" تقع الثلاث ..... بخلاف ما إذا كرر لفظ الطلاق بحرف العطف أو بغير العطف فقال لها: انت طالق و طالق أو قال: فطالق ..... حيث تقع واحدة (الفتاوى التاتر خانية: ص، ۲۱۲ ج، ۳، ط: قديمي كتب خانه مقابل آرام باغ كراچی، نوع أخر: في تكرار الطلاق وإيقاع العدد في المدخولة وغير المدخولة)

سوال کے جواب میں اس کے درج ذیل قرائن ذکر کئے ہیں:

(الف) نیت یعنی اگر لفظوں میں اضافت نہیں؛ لیکن بیوی ہی کو طلاق دینے کی نیت سے یہ بات کہی۔[۱]

(ب) سوال کے اندر اضافت ہو مثلا کوئی کہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے اور شوہر اس کے جواب میں کہے: طلاق، طلاق

(ج) عرف کی وجہ سے بھی اضافت الی الزوجہ کی تعیین ہوتی ہے، جیسے: ''الطلاق یلزمنی'' میں۔ (امداد الفتاوی، ۲،۶ ۴۴۶، ط زکریا)

رہا حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتوی تو چونکہ سوال میں اس کا بھی احتمال ہے کہ بیوی پاس موجود نہ تھی اور شوہر یہ بیان بھی دے رہا ہے کہ اس نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ ادا نہیں کئے؛ اس لئے حضرت نے یہ حکم تحریر کیا، عالم گیری وغیرہ کے بعض جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

سکران هربت منه امرأته فتبعهاو لم يظفر بها، فقال بالفارسية: بسه طلاق إن قال: عنيت امرأتي يقع وإن لم يقل شيئا لا يقع كذا في الخلاصة (فتاوی ہندیہ ۱/ ۳۸۲، ط: زکریا) اسی میں ایک دوسری جگہ ہے:

لو قالت طلقني فضربها وقال: اینک طلاق لایقع، ولو قال اینکت طلاق یقع (فتاوی ہندیہ ۱/ ۳۸۲، ط: زکریا)

(۱) اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ کا ایک صریح فتوی ملاحظہ فرمائیں: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں، میں نے حالت غصہ میں یہ کلمے کہے، میں طلاق دیتا ہوں طلاق طلاق اور میں نے کوئی کلمہ فقرہ بالا سے زیادہ نہیں کہا، اور نہ میں نے اپنی منکوحہ کا نام لیا اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا اور نہ وہ اس جگہ موجود تھی اور نہ اس کی کوئی خطا ہے یہ حکم صرف بوجہ تکرار (یعنی نزاع، ۱۲) میری منکوحہ کی تائی کے نکلے جس وقت میرا غصہ فرو ہوا فورا اپنی زوجہ کو لے آیا ان دو اشخاص میں ایک میرے ماموں اور ایک غیر شخص ہے اور مستورات ہیں۔

الجواب: چوں کہ دل میں اپنی منکوحہ ہی کو طلاق دینے کا قصد تھا لہذا تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔ کذا فی ردالمحتار: ج، ۲، ص، ۷۰۵، ۲۶ / جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ (امداد: ص ۷۳، ج، ۲) (امداد الفتاوی: ص، ۴۲۳، ج ۲، ط: زکریا دیوبند)

اور ممکن ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس کچھ خارجی قرائن بھی اِس سلسلے میں ہوں؛ نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زبانی گفتگو بھی ہوئی ہو۔

اب نمبر وار سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''تاکید'' اور ''تاسیس'' اصطلاحی الفاظ ہیں، جن کا تعلق عام گفتگو اور باہمی تخاطب سے ہے، اِس اعتبار سے ان کا تعلق شرعی معاملات مثلاً بیع وشرا، نکاح اور طلاق وغیرہ سے ہوگا؛ لیکن یہ تعیین کہ کہاں لفظ تاسیس کے لئے ہے اور کہاں تاکید کے لئے، اس کا فیصلہ عرف، سیاق وسباق، نیز قرائن کے پیش نظر کیا جائے گا۔

(۲) مکرر الفاظِ طلاق میں تاکید کے عرف ہونے کی بات ہی صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اِس میں تعدد مشروع ہونے کی وجہ سے مکرر استعمال کی صورت میں بالعموم تاسیس ہی مراد ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے؛ اس لئے عدمِ نیت کی صورت میں عرف کو بنیاد بنا کر طلاق کے مکرر الفاظ کو تاکید پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا۔

(۳) یہ چونکہ خلافِ اصل ہے؛ اِس لئے عدمِ نیت کی صورت میں یہ تاسیس ہی پر محمول ہوگا۔

(۴) طلاق کے احکام کے سلسلے میں جہالت کی بابت سوال کیا گیا ہے کہ کس حد تک جہالت غیر معتبر ہوگی؟ اور کس حد تک عذر سمجھی جائے گی، اس سلسلے میں حضرت اقدس تھانویؒ کا ایک فتوی امداد الفتاوی (۳۸۹/۲، ط: زکریا) میں بہ عنوان: تحقیق عذر بودن جہل بالحکم در طلاق موجود ہے، اسے ملاحظہ فرمالیں، ان شاء اللہ اس سے تشفی ہوجائے گی۔ [۱]

(۵) دونوں میں کوئی تعارض نہیں، ایک بطور قضاء ہے، دوسرا بہ طور دیانت۔

(۱) حضرت تھانویؒ نے ایک مفصل سوال کے جواب میں لکھا ہے: عمرو کی سب تقریر محض باطل ہے اور اس کے ابطال میں کچھ لکھنا اشتغال بما لا یعنی ہے کیوں کہ زید کا یہ گمان جہل ہے نہ کہ خطا، اس کو خطا سمجھنا عمرو کی خطا ہے اور جہل احکام شرع میں عذر نہیں ہے یہ بھی شرع کی طرف سے بڑی رعایت ہے کہ اس جہل کو مورث شبہ قرار ←

(٦) تکرار طلاق کی صورت میں طلاق بائنہ واقع ہونے کی بات کن علماء نے کہی ہیں؟ ان کی تحریریں سامنے ہوتیں تو غور کیا جا سکتا، فقہاء کے کلام سے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا۔

(۷) اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ طلاق میں چونکہ تعدد مشروع ہے؛ اِس لئے تکرار کی صورت میں بالعموم تاسیس ہی مراد ہوتی ہے، تاکید کے عرف ہونے کی بات صحیح نہیں ہے، نیز اِس سلسلے میں ردالمحتار کی صراحت بھی اوپر گزر چکی ہے؛ لہذا عدم نیت کی صورت میں بہر حال تاسیس ہی مراد ہوگی۔

(۸) اگر کوئی حرام کا فتوی حاصل ہونے کے باوجود یا حرام جاننے کے باوجود محض نفسانی خواہش کی بنا پر ایسا کرے تو اس سے ہرگز اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی ؛ بلکہ اس صورت میں ہمبستری ''زنا'' قرار پائے گی ؛ ہاں اگر کوئی ناواقف واقعۃً غیر مقلد کے فتوے کو صحیح سمجھتے ہوئے مطلقہ بیوی کو حلال سمجھ کر اس کے ساتھ ہمبستری کرے تو یہ وطی بالشبہ کے درجے میں ہوگی اور اس صورت میں بچے بھی ثابت النسب ہوں گے۔ (فتاوی رحیمیہ ۸/۴۲۱، ط: زکریا) اور زوجین کے مسلک کے مختلف ہونے کی صورت میں بیوی کے حق میں اس کے مسلک کے علماء کا فتوی ہی واجب العمل ہوگا۔

(۹) یہ بات صحیح ہے کہ مفتی کا منصب دیانۃ فتوی دینا ہے؛ لیکن یہ اس

← دیکر دافع حد ٹھہرا دیا فافہم، طلقات ثلاثہ واقع ہوگئیں اور عورت بدون حلالہ حلال نہیں ہوسکتی، رہا عدت سو چون کہ یہ عورت موطوۂ بالشبہ ہے اس لیے وقت فرقت سے ہوگی۔

اسی طرح حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں:

ابن دقیق العید نے ''احکام الاحکام'' (جلد ۲، صفحہ ۱۲۷) میں اسی عذر جہل پر بہت مدلل و مفصل کلام کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منصوصات و مامورات میں جہالت کا عذر معتبر نہیں ہے اور تین طلاق کے بعد حرمت منصوص ہے اور بغرض نکاح جدید ''حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه'' (سورۂ بقرہ: ۲۳۰) حکم بھی منصوص ہے پھر اس کا جہل کس طرح معتبر ہوگا۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲/۱۷۱ کتاب الطلاق، ط: ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی)

وقت ہے جب کہ معاملہ دیانت کا رہے، دیانت سے متعلق تفصیل اوپر تمہید کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

(۱۰) تمہید میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مکرر الفاظِ طلاق میں تاکید کی نیت خلافِ اصل ہے، اسی طرح بیوی کو الفاظِ طلاق کہنے کی صورت میں عدمِ اضافت کا احتمال مرجوح ہے؛ اس لئے مفتی کی ذمے داری نہیں ہے کہ اس میں چھان بین کرے، وہ اصل اور ظاہر کو سامنے رکھتے ہوے بلا کسی تنقیح کے فتوی دے سکتا ہے؛ بلکہ اس زمانے میں یہی احوط ہے۔

(۱۱) اس سے متعلق وضاحت بھی اوپر گزر چکی ہے۔ (۱۲) طلاق کے باب میں دونوں کا عرف یکساں ہے؛ اس لئے تشقیق بے فائدہ ہے۔

(۱۳، ۱۴، ۱۵) اوپر تفصیل سے یہ بات آ چکی ہے کہ مکرر الفاظِ طلاق میں تاکید کی نیت خلافِ اصل ہے، تاکید کے عرف ہونے کی بات صحیح نہیں ہے، اِس لئے ان تمام صورتوں میں تین طلاق ہی شمار ہوں گی۔

نوٹ

اس وقت معاشرے میں تین طلاق ایک ساتھ دینے میں جو عام ابتلاء ہے کہ سنجیدہ، غیر سنجیدہ خواندہ ناخواندہ ہر طبقہ کے افراد اس کے شکار ہیں حتی کہ وکلاء کے ذریعہ یا کسی خاندانی پنچایت میں جو طلاق نامے سوچ سمجھ کر لکھے جاتے ہیں وہ بھی بالعموم تین طلاق پر مشتمل ہوتے ہیں، ایسے حالات میں لوگوں کو طلاق کے مسائل سے واقف کرانے اور یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ طلاق شرعاً ایک ناپسندیدہ عمل ہے، صرف ضرورت کے وقت اس کی گنجائش دی گئی ہے اور شریعت نے اس کا طریقہ بھی بتلایا ہے کہ صرف ایک طلاق پر اکتفا کیا جائے وہ بھی جب بیوی پاکی کی حالت میں ہو، ایک ساتھ ایک سے زائد طلاق دینا ناجائز اور گناہ ہے اور بیک وقت تین طلاق دینا تو سخت ترین گناہ، نیز اللہ اور اس کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے،لہٰذا طلاق کا اقدام خوب سوچ سمجھ کر کیا جائے نیز تین طلاق سے مکمل پرہیز کیا جائے اور غیر مشروع اوقات میں ہرگز طلاق نہ دی جائے، وقت کا تقاضا ہے کہ طلاق سے متعلق تفصیلات عام کی جائیں، کیوں کہ اس کی تفصیلات نہ جاننے کیوجہ سے اس وقت گھر کے گھر اجڑ رہے ہیں اور بے شمار خرابیاں معاشرہ میں پیدا ہورہی ہیں قرآنی تعلیمات اور احادیث کی روشنی میں طلاق کا عمل جس قدر سنجیدگی اور ہوشمندی کا متقاضی ہے اس کے برخلاف عجلت پسندی اور جذباتیت کے نتیجہ میں یہ غیر سنجیدہ حرکت نظر آتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ الاحقر زین الاسلام قاسمی الہ آبادی
مفتی دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۸/۱/۱۷ھ

الجواب صحیح — حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح — محمود حسن غفرلہ بلندشہری
۱۴۳۸/۱/۳۰ھ

الجواب صحیح — فخر الاسلام عفی عنہ
۱۴۳۸/۲/۱ھ

الجواب صحیح — وقار علی غفرلہ
۱۴۳۸/۲/۲ھ

الجواب صحیح — محمد نعمان سیتاپوری غفرلہ
۳۸/۲/۸ھ

الجواب صحیح — محمد اسد اللہ غفرلہ
۱۴۳۸/۲/۸ھ

الجواب صحیح — العبد محمد مصعب عفی عنہ
۳۸/۲/۲ھ